ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
11
www.tanzeem.org
22 تا 28 ربیع الاوّل 1431ء / 9 تا 15 مارچ 2010ء

اس شمارے میں

ناگزیر راستہ
جنگوں کی پیشین گوئیاں (ii)
سیرت رسول ﷺ اور اتحادِ اُمت
نصر من اللہ و فتح قریب
سوچو کہ تم مسلمان ہو
نائن الیون: ڈک چینی اور بُش کا کردار
بددیانت تاریخ کا اہم موڑ
تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

اسوۂ رسول ﷺ کی سربلندی

حضور ﷺ کو رسول برحق تسلیم کرنے کرنے والے ہر شخص پر آپؐ کی رسالت کا ایک حق یہ ہے کہ جس اسوۂ پاک کی پیروی کو وہ اپنی نجات کا واحد سبب یقین کرتا ہے، اس اسوۂ پاک کو تمام دنیا میں سربلند کرنے کی جدوجہد کرے۔ اللہ کی دی ہوئی ہر طاقت کے ذریعہ اس امر کی کوشش کرے کہ ہر انسان رحمۃ للعالمین کے نمونۂ زندگی کے مطابق زندگی بسر کرے۔ دنیا والوں کو اپنی عملی شہادت سے یہ باور کرائے کہ انسانی فلاح کے لیے رحمتِ عالم کا اُسوہ بہترین اور آخری اُسوہ ہے۔ مسلمان کو صرف اپنی زندگی کو رسول پاک ﷺ کی سیرت پاک کے مطابق ڈھال لینا کافی نہیں ہے، بلکہ آپؐ کی سیرت پاک کو دنیا کے تمام طریقہ ہائے زندگی پر غالب کرنے کی کوشش کرنا فرض اولین ہے۔

سورۃ التوبہ آیت 33 میں ارشاد فرمایا گیا:

''وہی اللہ ہے، جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے، تاکہ وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کردے، اگرچہ مشرکین کو کتنا ہی برا معلوم ہو۔''

یہ فرض رسولؐ کا ہے۔ اور رسولؐ کے بعد آپؐ کے نام لیواؤں کا ہے اور اس امت کا ہے، جو آپؐ کی امت ہونے کے صدقے میں بہترین امت قرار دی گئی ہے۔ سورۃ بقرہ آیت 143 میں ارشاد فرمایا:

''اور اسی طرح اے مسلمانو! ہم نے تم کو عادل امت بنایا، تاکہ تم عام لوگوں کے لیے شہادت حق کا فرض ادا کرو، اور رسول تم پر شہادتِ حق کا فرض انجام دیں۔''

یعنی رسول پاک ﷺ اپنی بہترین زندگی پیش کرکے تم کو اپنے حلقۂ اطاعت میں شامل کریں۔ اور تم رسول پاک ﷺ کی زندگی میں اپنی زندگی کو رنگ کر دوسروں کو حضور ﷺ کی صداقت کا معترف کرو۔

مولانا اخلاق حسین قاسمی

الھدیٰ (410)

سورۃ الانفال

(آیات:38تا40)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا
تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٣٩﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ
نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٤٠﴾﴾

’’(اے پیغمبر ﷺ) کفار سے کہہ دو کہ اگر وہ اپنے افعال سے باز آجائیں تو جو ہو چکا وہ انہیں معاف کر دیا جائے گا۔ اور اگر پھر (وہی حرکات) کرنے لگیں گے تو اگلے لوگوں کا (جو) طریق جاری ہو چکا ہے (وہی ان کے حق میں برتا جائے گا)۔ اور ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (یعنی کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے۔ اور اگر باز آجائیں تو اللہ ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر روگردانی کریں تو جان رکھو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے (اور) وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا کہ ان کافروں کے لیے اب بھی ایمان لانے کا موقع ہے۔ ان کے سامنے اعلان کر دیجئے کہ اب بھی اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ ہو چکا ہے وہ معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ اعادہ کریں گے اور یہی کچھ دوبارہ کریں گے، تو پہلے لوگوں کے قصے تو گزر چکے۔ یعنی جو کچھ پہلی نافرمان اور سرکش قوموں کے ساتھ ہوا، وہی ان کے ساتھ ہوگا۔ گزری ہوئی قوموں، قوم ہودؑ، قوم لوطؑ اور قوم شعیبؑ کی داستانیں قرآن میں بیان ہو چکی ہیں۔ اگر یہ لوگ ان سے عبرت حاصل کریں تو فبہا، ورنہ اے اہل ایمان، تم ان کے ساتھ قتال کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین کل کا کل اللہ کا ہو جائے۔ یہ آیت پہلے سورۃ البقرہ میں بھی آچکی ہے اور اب یہ ایک اضافی شان کے ساتھ یہاں آرہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں جس دعوت کا آغاز کیا تھا وہ تنظیم، تربیت اور صبر محض کے بعد راست اقدام کے مرحلے میں داخل ہوگئی۔ اب محمد رسول اللہ ﷺ نے اقدام (Active resistance) کیا ہے۔ اور اِس کے بعد تحریک چھٹے مرحلے میں پہنچ گئی اور وہ مرحلہ مسلح تصادم (Armed conflict) ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جس میں تلوار تلوار سے ٹکرا چکی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی تلواریں اب نیام میں نہ جائیں، جب تک کہ یہ کام مکمل نہیں ہو جاتا۔ اور اِس مشن کی تکمیل یہ ہے کہ فتنہ بالکل ختم ہو جائے۔ فتنہ وہ کیفیت ہے جس میں ایمان پر قائم رہنا، ایمان پر عمل کرنا مشکل ہو جائے۔ جب باطل کا غلبہ ہوگا تو بندۂ مومن کے لیے ایمان پر کاربند رہنا حد درجہ مشکل ہوگا۔ اہل ایمان اس صورت حال کو بدلیں اور اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک دین غالب نہ ہو جائے۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ اگر کفار باز آجائیں تو جو کچھ وہ کر رہے ہیں، اللہ اُسے دیکھ رہا ہے اور اگر پیٹھ موڑ لیں تو اے مسلمانو! تم یہ جان لو کہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے، وہ تمہارا پشت پناہ، مددگار اور ساتھی ہے۔ وہ کیا ہی خوب حمایتی اور کیا ہی خوب مددگار ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

منافق کو سردار کہنا

عَنْ بُرَيْدَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اِذْ قَالَ الرَّجُلُ لِلْمُنَافِقِ يَا سَيِّدُ فَقَدْ اَغْضَبَ رَبَّهٗ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى))

(رواہ ابو داؤد)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب کوئی شخص کسی منافق کو کہتا ہے اے سردار تو وہ اللہ تعالیٰ کو غصہ دلاتا ہے۔‘‘

تشریح: منافق شخص کا کردار ہی ایسا ہوتا ہے کہ اس کی تائید مومن کے لائق شان نہیں ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ ایسا کرنے سے اللہ کا غضب بھڑکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

ناگزیر راستہ

اللہ ربّ العزت نے انبیاء اور رُسل کو واضح بیّن اور روشن نشانیاں دے کر دنیا میں بھیجا۔ یہ نشانیاں ہر خاص وعام کو سر کی آنکھوں سے بآسانی نظر آتی تھیں۔ ان نشانیوں کو پیغمبروں کے معجزات کہا جاتا ہے۔ معجزہ کا حقیقی مفہوم ہے ایسا ماورائے عقل کام جو نہ صرف فرد بلکہ معاشرے کی اجتماعی دانش کو بھی عاجز کر دے۔ معجزہ کی پشت پر نہ مادی سائنس ہوتی ہے اور نہ اُسے مادی وسائل کی مدد درکار ہوتی ہے۔ عصائے موسیٰ کی ایک ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ پڑتے ہیں تاکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ہر ایک کو اپنا چشمہ میسر آ جائے۔ اسی عصا کی ضرب جب دریا پر پڑتی ہے تو دریا میں پانی کی دیواریں کھڑی ہو جاتی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لئے بیچ دریا راستہ بن جاتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اپنی آنکھوں سے ایک اونٹنی کو پہاڑ کی کوکھ سے جنم لیتے دیکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا اور مادرزاد اندھے کو بینائی کی نعمت سے نوازا۔ لیکن ان تمام معجزات پر مکان وزمان کی قید لگی تھی۔ حضور ﷺ کے دور میں شق القمر کا واقعہ ہوا۔ چاند کا دو حصوں میں بٹ جانا چونکہ آسمان پر ہونے والا ایک واقعہ تھا لہٰذا یہ مقام کی قید سے آزاد تھا اور دنیا کے کسی بھی ایسے حصہ میں دیکھا جا سکتا تھا جہاں آسمانِ دنیا پر چاند نظر آ رہا تھا۔ تاریخ میں ایسے مستند اور قابلِ یقین شواہد موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں بھی یہ نظارہ دیکھا گیا۔

ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بھیجنے کا سلسلہ اُس وقت تک جاری رکھا جب تک اللہ کی ربوبیت، کائنات کی حقانیت اور آخرت کی حتمیت پر یقینِ محکم کے لئے انسان کو معجزے دکھانے کی ضرورت تھی اور انسان عام اشیاء کو اُتنا ہی جانتا اور سمجھتا تھا جتنی اور جیسی اُسے ننگی آنکھ سے نظر آتی تھیں یا اپنے ماحول سے وہ اخذ کر سکتا تھا۔ مثلاً اُس دور کے آدمی کو زمین کے گول ہونے کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اُس دور کا حکیم انسان کے اندر قائم نظام کو اُس طرح نہیں سمجھ سکتا تھا جیسے آج کا سرجن اُس نظام کو دیکھتا ہے اور حیرت وتحسین سے سر دھنتا ہے۔ (کسی کے ہاتھ میں شفا کا ہونا اور نہ ہونا بالکل الگ بات ہے)۔ اگر اُس دور میں کسی سے کہا جاتا کہ تم نے اپنے والدین کی شادی کا منظر دیکھا ہے تو وہ اُسے گالی سمجھ کر مرنے مارنے پر اُتر آتا۔ آج کا بچہ بلکہ نوجوان اپنے والد کو نکاح نامہ پر دستخط کرتے اپنی آنکھوں سے ٹیلی ویژن سکرین پر دیکھ سکتا ہے۔ اُس دور کا انسان یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ زمینی لحاظ سے ہزاروں میل کے فاصلے کے مکین نہ صرف مصروفِ گفتگو ہو سکتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو ایسے ہی دیکھ سکتے ہیں جیسے کوئی چند گز دور بیٹھا ہو۔ آج آپ آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ سے دس سال پرانی اپنی یا کسی کی گفتگو اس طرح دوبارہ سن سکتے ہیں کہ اُس میں زیر زبر کا فرق نہ آئے۔

خلائی دور میں داخل ہونے کے بعد انسان کے سامنے ایسے ایسے حقائق آئے ہیں کہ وہ اس کائنات کی عظمت اور اس میں قائم کردہ ایک زبردست نظام کا ذہنی طور پر قائل ہو گیا ہے۔ کوئی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرے تو بات الگ ہے ورنہ اکثر سائنس دان اور ماہرین اس خلاقی پر عش عش کرتے ہیں۔ آج کے انسان کو صرف دیانت دار اور حقیقت کو تسلیم کرنے والا ہونا چاہئے تو وہ جان لے گا کہ ایسا بے مثل نظام نہ خود بخود قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی خود بخود چل سکتا ہے جب تک اُس کا کوئی خالق اور نگران نہ ہو۔ انسان عقل اور سوچ سے اس نتیجہ پر بھی پہنچ سکتا ہے کہ ایسا باکمال، بے مثل نظام اور وسیع وعریض سلسلہ صرف Unity of Command

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — 22 تا 28 ربیع الاول 1431ء — 9 تا 15 مارچ 2010ء — شمارہ 11

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

سے چل سکتا ہے۔یعنی ہماری عقل بھی ہمیں توحید کا راستہ دکھاتی ہے۔بات صرف اتنی ہے کہ انسان یہ راستہ دیکھنا چاہتا ہے یا جان بوجھ کر اندھا بنا رہتا ہے۔سائنس اب اس نتیجہ پر بھی پہنچ چکی ہے کہ اس کائنات کا ایک خاتمہ بھی ہے، یعنی قیامت کی قائل بھی ہو چکی ہے۔اگر آج کا انسان چالیس پچاس سال پرانی یادیں پردۂ سکرین پر تازہ کر سکتا ہے تو انسان کا خالق اُسے اُس کی ساری زندگی کی فلم کیوں نہیں دکھا سکتا؟ اور پھر یقیناً ارشادِ ربانی ہوگا کہ آج تو اپنا فیصلہ خود کر! اگر ہمارا کمپیوٹر بٹن دبانے سے تمام یادداشتیں، تمام حساب کتاب اور ہر قسم کے کوائف نکال باہر کرتا ہے تو خالق کا سپر کمپیوٹر کائنات کی ساری کہانی کیوں نہیں دہرا سکے گا؟ اگر ذہن تعصب اور اختیاری جہالت سے مجبور نہیں تو وہ تسلیم کرے گا کہ آخرت میں احتساب اور جزا وسزا جہاں ایمان بالغیب کا حصہ ہے وہاں بعید از عقل بھی نہیں۔ انسان کی ایک مجبوری اور بھی ہے، وہ یہ کہ اس دنیا میں لاکھوں انسانوں کے قاتل کو زیادہ سے زیادہ سزا موت ہی دی جا سکتی ہے اور اسی طرح جزا بھی محدود ہی دی جا سکتی ہے۔مکمل جزا وسزا ممکن نہیں، لہٰذا عدل کا منطقی تقاضا ہے کہ کوئی ایسی عدالت ہونی چاہئے جو بمطابق جرم سزا دینے اور کارگزاری کے مطابق ایوارڈ دینے کا اختیار رکھتی ہو۔حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان دنیوی علوم سے بے بہرہ تھا اُسے آسمانی ذریعہ یعنی وحی سے بتایا گیا کہ تمہارا ایک خالق ہے، تمہارا اور کائنات کا مقدر موت ہے اور آخرت میں جزا وسزا کا نظام ہے۔لیکن جب انسان عقلی طور پر جوان ہو گیا بلکہ چھلانگیں لگانے لگا تب بھی اُسے صرف عقل اور دنیوی علوم کے سہارے چھوڑ نہیں دیا گیا بلکہ اُس کی رہنمائی کے لئے آخری نبی اور رسول ﷺ کو ایسا معجزہ عطا کیا گیا جو زمان ومکان کی قید سے آزاد تھا، یعنی قرآن پاک۔ پھر اُس کے متن کے محفوظ رہنے کا بھی ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دیا گیا۔صرف وحی کا سلسلہ منقطع ہوا۔یہ اُس مالک کے غفور ورحیم ہونے کا تقاضا تھا۔وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ عیار انسان کسی عذر کا سہارا لے۔

اب سوال یہ ہے کہ اللہ کی یہ کتاب ہم سے کیا مطالبہ کرتی ہے؟ یہ کہ: (i) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد ہے اور اُس کی ذات وصفات میں کوئی کسی بھی درجہ میں شریک نہیں (ii) آخرت لازماً قائم ہوگی اور جزا وسزا میں صرف اللہ واحد فیصلہ کن اور فیصلہ ساز ہستی ہوگی۔(iii) اللہ کے آخری رسول کی اطاعت لازم ہوگی اور اُس کی نبوت ورسالت تا قیامت قائم ودائم رہے گی۔ ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آج ہمارے پاس عقلی ونقلی سطح پر کوئی جواز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے احکامات سے انحراف کریں یا ہم رسول ﷺ کی اطاعت سے گریز کے راستے نکال لیں۔ہمیں خاص طور پر آج کے دور میں اُس شیطانی حملے سے محفوظ رہنا ہوگا جو بعض عملیت پسند دانشوروں کے ذریعے ہم پر ہو رہا ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ کے فلاں فلاں احکامات وقتی اور عارضی تھے یا فلاں سنتِ رسولؐ درحقیقت اُس دور کے کلچر کا حصہ ہے اور آج ہم پر لازم نہیں کہ اُس کلچر کو بھی اپنائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہمیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ یہ شیاطینِ انس اگر ہمارا تعلق اور رشتہ سنتِ رسول سے کاٹنے میں کامیاب ہو گئے تو ہم رسولؐ سے ہی کٹ جائیں گے اور رسولؐ سے کٹ جانے والا بدقسمت انسان دربارِ خداوندی میں بھی بدترین عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔ یہ قرآنی تعلیمات کا مغز اور حاصل ہے۔

اللہ نے دین کے لئے جدوجہد کرنے کو اپنی مدد قرار دیا ہے اور اللہ کے رسول کی اہم ترین سنت اللہ کے دین کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک کائنات اور مقصودِ کائنات یعنی انسان کے لئے بننے والا دنیوی نظام ہم آہنگ نہیں ہو جاتے، امن قائم نہیں ہو سکتا۔لہٰذا نیکی کا نچوڑ، تقویٰ کا حاصل اور اللہ کی رضا کا اصل ذریعہ یہ ہے کہ وہ نظام قائم کیا جائے یا اُسے قائم کرنے کی کوشش کی جائے جو اللہ اور رسولؐ نے انسانوں کو اپنی آخری کتاب میں فراہم کیا ہے۔ انفرادی نیکی عادلانہ نظامِ اجتماعی کے قیام کے لئے یقیناً اُس سے بھی زیادہ ضروری ہے جتنی اکھاڑے میں اُترنے والے پہلوان کے لئے جسمانی ورزش اور اچھی خوراک، لیکن اکھاڑے میں اُترے بغیر دشمن کو زیر نہیں کیا جا سکتا۔غارِ حرا، دارِ ارقم اور شب بھر کی سجدہ ریزی نے حضور ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ کو یہ قوت بخشی کہ اُنہوں نے بدر وحنین میں جزیرہ نمائے عرب کی کایا پلٹ دی، یہ لازم وملزوم ہیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اُمت مسلمہ خصوصاً مسلمانانِ پاکستان کے اچھے اور نیک لوگ باہم جڑ جائیں اور اسلامی نظام کے قیام کے لئے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کریں اور اپنے سر پر مسلط باطل نظام کے خلاف جہاد کے لئے میدان میں نکلیں، وگرنہ ہمارے حکمران اور مقتدر قوتیں کافر قوتوں کے ساتھ مل کر خود مسلمانوں پر جس طرح ظلم وستم ڈھا کر عذابِ الٰہی کو دعوت دے رہی ہیں اُس میں گندم کے ساتھ گھن کے پس جانے کا بھرپور احتمال ہے۔ وقت کم اور مقابلہ سخت ہے، سوچتے رہ جانے سے یا دوسروں کے انتظار میں پانی سر سے نہ گزر جائے۔ یا پھر یہ کہ کوئی ہمیں بتائے کہ فوز وفلاح کا کوئی اور راستہ بھی ہے۔ وگرنہ اسی ناگزیر راستے کو اپنانا ہوگا۔ یہی تقدیر کا فیصلہ ہے، یہی سنتِ رسول ہے...... لہٰذا یہی صراطِ مستقیم ہے۔ یاد رکھیں انفرادی نیکی اچھی مثال قائم کر سکتی ہے، لیکن بزور باز ومعاشرے کا قبلہ درست نہیں کر سکتی، جبکہ اجتماعی سطح پر قائم عادلانہ نظام فرد کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی ترغیب بھی دے سکتا ہے اور اُسے مجبور بھی کر سکتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ!

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ "جامع مسجد، سعد اللہ جان کالونی"
بالمقابل ٹیلی فون ایکسچینج، جی ٹی روڈ، پشاور، میں

مبتدی تربیتی کورس

21/مارچ تا 27/مارچ 2010ء اور

نقباء وامراء تربیتی کورس

26/مارچ تا 28/مارچ 2010ء

منعقد ہو رہے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ:
میجر (ر) فتح محمد صاحب 0300-5903211 / 091-2262902

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638
0321-7761916

دنیا کے خاتمے سے قبل

احادیث مبارکہ میں جنگوں کی پیشین گوئیاں

(ii)

قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہٗ کے 8 جنوری 2010ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[گزشتہ سے پیوستہ]

مسلمانوں اور عیسائیوں کی جنگ کا اصل مقام مشرق وسطیٰ ہوگا۔ (اس کی وجہ میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔) افغانستان اور پاکستان کی موجودہ صورتحال اس کی تمہید ہے۔ اصل جنگ تو ہمارے خلاف عیسائی کریں گے۔ یہودی سامنے نہیں آئیں گے۔ لیکن جنگ کی ساری پلاننگ یہودیوں کی ہوگی۔ یہ نقشہ اس سے پہلے بھی ہم دیکھ چکے ہیں۔ 1991ء کی عراق جنگ میں یہودی سامنے نہیں آئے۔ امریکہ نے اسرائیل کو خاص طور پر کہہ دیا تھا کہ تم آگے مت آنا۔ اگر تم سامنے آگئے تو ہمارا عربوں سے اتحاد ختم ہوجائے گا۔ تمہاری ضمانت ہم لیتے ہیں۔ اگر تمہیں صدام حسین کے اسکڈ میزائل سے خطرہ ہے تو ہم تمہیں پیٹریاٹ میزائل دے دیتے ہیں۔ صدام حسین کو اپنے اسکڈ میزائل پر بڑا غرور تھا اور اسی سے ہمت پا کر وہ جنگ کے لئے آمادہ ہوگیا تھا۔ لیکن پیٹریاٹ میزائل نے اسے بے کار کردیا۔ جیسے افغان جنگ میں وہ اسٹنگر میزائل لائے تھے۔ عام میزائل تو سیدھے جاتے ہیں۔ اگر نشانے پر لگ گئے تو کامیاب ہوگئے، لیکن اسٹنگر میزائل اپنے ہدف کا پیچھا کرتا ہے۔ روس ہرگز افغانستان سے نہ بھاگتا اگر مجاہدین کو اسٹنگر میزائل نہ ملتے۔ روسیوں کی سب سے بڑی قوت ہیلی کاپٹرز کی شکل میں تھی۔ افغانستان تو پہاڑی خطہ ہے۔ وہاں ٹینک لے کر کہاں جاتے۔ ٹینک تو وادیوں میں چل سکتا ہے۔ پہاڑ پر تو نہیں چڑھ سکتا، جہاں مجاہدین چھپے ہوتے تھے۔ اُن کے ہیلی کاپٹرز غاروں کو ہٹ کرتے تھے۔ اس کی کاٹ میں اسٹنگر میزائل آگیا۔ ہمیں کیا معلوم ان کم بختوں کے پاس اور کیا کیا چھپا ہوا ہے۔ ان کے ہاں تو ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کا کام جاری رہتا ہے۔ اس کی پشت پر یہودی دماغ کام کرتا ہے۔ وہ خود سامنے نہیں آتے۔ یہ تو تھا جنگ کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان اور سینٹ جان کی پیشین گوئی۔

یہی بات ٹائن بی نے 1950ء میں کہی تھی۔ ٹائن بی گزشتہ صدی کا فلسفہ تاریخ کا سب سے بڑا ماہر تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اکیسویں صدی میں جنگ کیپٹلزم اور سوشلزم کے درمیان نہیں ہوگی۔ 1950ء میں کیمونزم جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہا تھا۔ لیکن فلسفی تو تاریخ پر نظر رکھتا ہے۔ اس کا جملہ بڑا پیارا ہے "Because communism will not be able to sustain itself." (کیونکہ کیمونزم اپنے آپ کو قائم رکھنے کے قابل نہیں ہوگا) اس میں بہت سی چیزیں فطرت کے خلاف آچکی ہیں اور اگر آپ فطرت کے خلاف چلیں گے تو مار کھائیں گے۔ ٹائن بی نے کہا: "The real war in the 21st century will be between the Christians and Muslims." (اکیسویں صدی میں اصل جنگ عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہوگی) یعنی اب نظاموں کی نہیں، مذاہب کی جنگ ہوگی۔ پچھلی صدی میں چالیس برس تک سرد جنگ جاری رہی۔ ایک طرف کیپٹلزم تھا اور دوسری طرف سوشلزم، حالانکہ دونوں طرف عیسائی تھے۔

ایک اور بات نوٹ کیجئے، صلیبی جنگوں میں جو پہلا دور آیا تھا اُس میں ہمارے ہاتھوں سے بیت المقدس 88 برس تک نکلا رہا۔ 1099ء سے 1187ء تک اس پر صلیبیوں کا قبضہ رہا۔ بیت المقدس 1187ء میں صلیبی قبضے سے سلطان صلاح الدین ایوبی نے واگزار کرایا یعنی کھونے والے عرب تھے، لیکن واپس لینے والے عرب نہیں تھے۔ عربوں کا وقت ختم ہوچکا تھا۔ 1258ء میں عظیم عباسی سلطنت کا خاتمہ ہوچکا تھا۔ آخری خلیفہ معتصم باللہ کو مخمل سے کھینچ کر نکالا گیا اور اسے ایک جانور کی کھال میں لپیٹ کر سڑک پر ڈال دیا گیا اور اس پر تاتاریوں نے گھوڑے دوڑا دیئے۔ شیخ سعدیؒ نے اس پر شعر کہا تھا۔

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں
بر زوال ملک معتصم امیر المومنیں

''آسمان کو حق پہنچتا ہے کہ زمین پر خون کی بارش برسائے کیونکہ امیر المومنین معتصم باللہ کی حکومت ختم ہوگئی۔''

اس وقت تک یہودی عیسائیوں کے بھی دشمن تھے۔ پہلی صلیبی جنگ میں جو 1091ء سے 1272ء تک 177 برس تک جاری رہی، فتح و شکست کے دس ادوار آئے۔ ان جنگوں میں جہاں مسلمانوں کا قتل عام ہوا وہاں یہودیوں کا بھی ہوا۔

اب جو جنگ ہونی ہے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ 1991ء کی عراق جنگ کی فتح کا نشہ امریکیوں پر چڑھا۔ بش سینئر نے اس فتح کے بعد جو بات کہی اس سے اس کے سینے میں چھپا راز سامنے آگیا۔ اس نے کہا تھا کہ اب نیو ورلڈ آرڈر کا دور آگیا ہے۔ اب ایک عالمی حکومت قائم ہوگی جس کا کنٹرول ہمارے ہاتھوں میں ہوگا۔ ملکوں کی سرحدیں محض لکیریں رہ جائیں گی۔ ان لکیروں کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ اصل طاقت ملٹی نیشنلز کے ہاتھوں میں ہوگی۔ (آج آپ سوچیں کہ آپ کے ہاں کتنی ملٹی نیشنل کمپنیاں آچکی ہیں۔ پینے کا پانی بھی ہم ان سے لے رہے ہیں۔) پوری دنیا کا مالیاتی استعمار ہمارے ہاتھوں میں ہوگا۔ بنظر غائر دیکھا جائے تو بش نے جو بات کہی، وہ نئی نہیں تھی۔ نیو ورلڈ آرڈر کا فیصلہ درحقیقت 1776ء میں کیا گیا تھا۔ اگر آپ کے پاس ''ون ڈالر نوٹ'' ہو تو آپ اسے کھول کر دیکھیں۔ اس کی ایک جانب اہرام مصر بنا ہوا ہے جس پر دجال کی ایک آنکھ ہے۔ اہرام مصر کا امریکہ سے کیا تعلق ہے، اس سے

تو یہودیوں کی تاریخ وابستہ ہے۔ اہرام مصر کی تعمیر میں انہیں بیگار کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ ہزاروں یہودی چٹانوں کے نیچے دفن ہوئے۔ ون ڈالر نوٹ کے نیچے لکھا ہے، نووس آرڈو سیکلورم۔ سوویت یونین کے خاتمے کے بعد دنیا بائی پولر نہیں رہی، یونی پولر ہوگئی تو اُن کا نشہ دو آتشہ ہوگیا۔ وہ کہنے لگے کہ "Now the we are sole supreme power on earth" اُسی زمانے میں ہمارے ہاں ماڑی پور ائیر بیس پر ایئر فورس کے افسران کی میٹنگ ہوئی تھی۔ وہاں امریکہ کا ائیر چیف آیا۔ اس نے چیخ کر کہا کہ امریکہ اب ایک مست ہاتھی کی مانند ہے۔ جو بھی اس کے سامنے آئے گا، کچلا جائے گا۔ یہ گویا دھمکی تھی۔ نمرودیت اور فرعونیت ان پر چھائی ہوئی ہے۔ اسی [redacted] کی وہ بات تھی جو ہم [redacted] with us or against us. جس پر پرویز مشرف بتاشے کی طرح بیٹھ گیا۔ اصل میں یہ بائبل کے الفاظ ہیں۔ یہ معاملہ اللہ کا ہے۔ آدمی یا تو اللہ کا بندہ ہوتا ہے یا دوسروں کا۔ اگر اللہ کا بندہ ہو تو دوسروں کا نہیں ہوگا۔ اور اگر دوسروں کا ہو تو اللہ کا نہیں ہوگا، چاہے وہ اس کا کتنا ہی دعویٰ کرتا پھرے۔ اگر آدمی اللہ کے سامنے سجدے میں گر جائے، بشرطیکہ وہ ظاہری نہ ہو تو ہزار سجدوں سے بچ جائے گا، ورنہ قدم قدم پر اُسے سجدے کرنے پڑیں گے۔ اقبال نے کہا تھا۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

جب دنیا یک قطبی ہوگئی اور امریکہ کو دنیا کی واحد سپر پاورز کی حیثیت حاصل ہوگئی تو امریکی پالیسی سازوں اور تھنک ٹینکس نے اس پر سوچنا شروع کردیا کہ اکیسویں صدی میں ہم اپنی پوزیشن کو کیونکر برقرار رکھ سکتے ہیں۔ انہوں نے چار چیزوں پر غور کرنا شروع کردیا۔ ان میں سے تین کو ایک، اور چوتھی کو دوسری شئے سمجھئے۔ گویا کہ دو لڑیوں کو بٹ کر رسّی ایک بنائی گئی ہے۔ پہلی لڑی کی تین چیزوں میں پہلی یہ ہے کہ اگر ہمیں یہ پوزیشن برقرار رکھنی ہے تو اس کے لئے وسائل درکار ہوں گے، بالخصوص تیل اور معدنیات کے وسائل۔ وہ جو پرانی کہاوت ہے کہ نزلہ بر عضو ضعیف می ریزد۔ لہٰذا طے کیا گیا کہ مسلمان ممالک جو دفاعی اعتبار سے کمزور ہیں، انہیں کھاؤ، اُن کی دولت اور وسائل کو لوٹو۔ اور یہ وہی بات ہے جس کی پیشین گوئی نبی کریم ﷺ نے فرمائی تھی کہ (مسلمانو) ایک وقت آئے گا جب اقوام عالم تم پر ایک دوسرے کو دعوت دیں گی کہ دستر خوان پر کھانا چن دیا گیا ہے، آؤ اور کھاؤ۔ (یعنی تم ادھر سے لوٹو، ہم ادھر سے کھسوٹتے ہیں)

دوسری چیز اپنے سیاسی اور معاشی نظام کا تحفظ ہے۔ اُن کا جمہوری نظام عوامی حاکمیت کے تصور پر مبنی ہے۔ معاشی نظام کی بنیاد مارکیٹ اکانومی، بینکنگ، سود اور جوئے پر ہے۔

تیسری چیز یہ ہے کہ دنیا میں کہیں کسی دوسرے مدمقابل نظام کو کھڑا مت ہونے دو۔ Nip the evil in the bud انہیں خاص طور پر اسلام سے خطرہ ہے۔ اقبال نے اپنی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں 1935ء میں ابلیس کی زبانی کہلوایا تھا۔

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امّت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو

یعنی مجھے نہ تو اشتراکیت اور جمہوریت سے کوئی خطرہ ہے اور نہ فاشسٹوں سے کوئی اندیشہ۔ ہاں، مجھے خطرہ امت مسلمہ سے ہے۔ اس نظم کے آخر میں اقبال نے کہا تھا۔

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

اس لیے کہ اگر اسلام غالب آ گیا تو ہمارے نظام کا سارا تار پود بکھر جائے گا۔ میں آپ کو ایک تاریخی حقیقت بتانا چاہتا ہوں۔ جب سوویت یونین کا خاتمہ ہوا، نیٹو کو از سرنو آرگنائز کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں، تاکہ دیگر

ڈاکٹر اسرار احمد

پریس ریلیز: 28 فروری 2010ء

نبی کریمؐ نے دنیا کا ہمہ گیر ترین انقلاب برپا کیا

مسلمانوں کے زوال کا اصل سبب قرآن سے دُوری ہے

نبی کریمؐ نے جو انقلاب برپا کیا وہ دنیا کا عظیم، کامل ترین اور ہمہ گیر انقلاب تھا۔ اس انقلاب کے ذریعے آپؐ نے دنیا کو نئی تہذیب، نئی معاشرت و معیشت جدا اندازِ سیاست اور علم و حکمت کی نئی روشنی سے متعارف کرایا۔ اس حقیقت کا اعتراف غیر مسلموں نے بھی کھلے دل سے کیا ہے اور دشمن کی گواہی سب سے بڑی گواہی ہوتی ہے۔ ان خیالات کا اظہار بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے قرآن آڈیٹوریم میں سیرت خیر الانامؐ کے حوالے سے سلسلہ وار تیسرے لیکچر میں ''اسلامی انقلاب کا نبویؐ طریق کار'' کے موضوع پر خطاب کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ سیاست، معیشت اور معاشرت میں تمام یا کسی ایک شعبے میں تبدیلی کو اصطلاحاً انقلاب کہا جاتا ہے۔ فرانس اور ایران کا انقلاب سیاسی تبدیلی لے کر آیا۔ بالشویک انقلاب نے معاشی نظام تبدیل کیا۔ جبکہ نبی اکرمؐ کے انقلاب میں یہ دیکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ کون سی شے ہے جو تبدیل نہیں ہوئی۔ نبی اکرمؐ کا آلۂ انقلاب قرآن ہے۔ آپؐ نے پہلے قرآن کے ذریعے تزکیہ سے لوگوں کو بدلا۔ اسی قرآن کے ذریعے آپؐ نے سمع و طاعت والی جماعت کی بنیاد ڈالی۔ یہ قرآن ہی کا اعجاز تھا کہ آپؐ کے پیروکاروں نے کامل نظریاتی ہم آہنگی اور رضائے الٰہی و اخروی فلاح کے لیے اپنا تن من دھن اور جان لٹانے کے جذبے کے ساتھ باطل نظام کو جڑ سے اُکھاڑ کر اسلام کا نظام رحمت قائم کیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ انقلاب برپا کرنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے کیونکہ کسی نظام کو قائم کرنے کے لیے پہلے سے موجود نظام کو گرانا پڑتا ہے، جبکہ باطل نظام کے رکھوالے جن کے مفادات اس نظام سے وابستہ ہوتے ہیں وہ اس کی حفاظت کے لیے انقلابیوں کی جان و مال لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ نبی اکرمؐ اور صحابہؓ نے جان و مال کی ہر طرح قربانی دے کر اللہ کے دین کو قائم کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے زوال کی وجہ قرآن سے دُوری ہے۔ آج بھی احیائے اسلام اور نظام خلافت کا قیام قرآن کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ نبی اکرمؐ کی وساطت سے کل روئے ارضی پر قیام دین کا فریضہ اب امت محمدیہ کے کاندھوں پر منتقل ہوگیا ہے۔ اس فریضہ کی ادائیگی یعنی اسلامی نظام کے قیام میں نہ صرف امت مسلمہ بلکہ پوری انسانیت کی بھلائی ہے۔ (جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

ممالک کو بھی نیٹو میں شامل کیا جائے، تو اس وقت کسی نے نیٹو چیف سے پوچھا: اب تمہیں نیٹو کی کیا ضرورت ہے؟ نیٹو، سیٹو، سنٹو تو تم نے کمیونزم کو روکنے کے لئے بنائے تھے، اب کمیونزم تو ختم ہو چکا۔ اس نے جواب دیا تھا کہ اب ہمیں اسلامی فنڈامنٹل ازم سے خطرہ ہے۔

دوسری لڑی کیا ہے؟ یہ چار نکاتی صیہونی ایجنڈا ہے جس میں یہودی اور عیسائی دونوں شامل ہیں۔ اس کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ آرمیگاڈان فوراً ہونی چاہئے۔ آرمیگاڈان کے نتیجے میں گریٹر اسرائیل کا قیام ممکن ہوگا۔ مشرق وسطیٰ کی اس جنگ میں مسلمانوں کا بہت نقصان ہوگا۔ اس نقصان کو حضور ﷺ نے دو طرح سے بیان فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ زمین پر اتنی لاشیں پڑی ہوں گی کہ ایک پرندہ ان لاشوں پر گرنے سے بچنے کے لئے اڑتا چلا جائے گا لیکن تھک ہار کر ان لاشوں ہی پر گرے گا۔ اور دوسرا اندازہ یہ ہے کہ اس جنگ کے بعد گنتی ہوگی کہ ہمارے کتنے لوگ مارے گئے تو پتہ چلے گا کہ اگر ایک باپ کے سو بیٹے تھے تو ننانوے بیٹے مر ہو چکے ہیں، صرف ایک بچا ہے۔ عراق، شام، فلسطین، مصر کا کچھ علاقہ، ترکی کا جنوبی علاقہ، سعودی عرب کا شمالی علاقہ جس میں تبوک اور خیبر شامل ہیں، یہ سارے علاقے ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے۔ یہودیوں کا ارادہ مدینہ منورہ پر قبضے کا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ انہیں ایسا نہیں کرنے دے گا۔ واضح ہو کہ دنیا میں یہودیوں کی مجموعی تعداد ڈیڑھ کروڑ ہے۔ ابھی اسرائیل میں صرف 35 لاکھ یہودی آئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سارے یہودی گریٹر اسرائیل میں آ کر آباد ہوں گے۔

مسجد اقصیٰ اور گنبد صخرہ کو گرا دینا چاہیے اور مسجد اقصیٰ کی جگہ تھرڈ ٹمپل بنایا جائے۔ یہ مسجد Temple of the mount پر ہے۔ یہاں 100 ق م حضرت سلیمان علیہ السلام نے معبد بنایا تھا مگر بعد ازاں اُسے بخت نصر نے تباہ کر دیا۔ پھر اس کی دوبارہ تعمیر کی گئی مگر 70 عیسوی میں اُسے ٹائٹس رومی نے برباد کر دیا تھا۔ تب سے یہ آج تک گرا ہوا ہے۔

تھرڈ ٹمپل تعمیر کرنے کے بعد اُس میں تخت داؤدی لا کر رکھ دیا جائے۔ یہ ایک پتھر ہے جس پر بٹھا کر حضرت داؤدؑ کی تاج پوشی کی گئی تھی۔ بعد ازاں اِس پر حضرت سلیمانؑ کی تاج پوشی کی گئی اور اسے ہیکل سلیمانی میں رکھا گیا۔ جب ٹائٹس نے یروشلم کو تاراج اور ہیکل سلیمانی کو برباد کر دیا تو واپس جاتے ہوئے وہ اِس پتھر کو اپنے ساتھ روم لے گیا۔ روم سے یہ پتھر آئر لینڈ، وہاں سے سکاٹ لینڈ اور وہاں سے انگلینڈ لایا گیا، اور یہاں پارلیمنٹ کے سامنے واقع چرچ میں رکھ دیا گیا اور ایک کرسی میں فٹ کر دیا گیا۔ اِسی کرسی پر تمام انگریز بادشاہوں کی تاج پوشی ہوتی ہے۔

یہ وہ ایجنڈا ہے جس پر یہودی اور عیسائی متفق ہیں۔ اسی لئے میں نے کہا تھا کہ صلیبی جنگ کا مرکزی معرکہ مشرق وسطیٰ میں ہونا ہے۔ لیکن اس سے پہلے وہ چاہتے ہیں کہ افغانستان اور پاکستان سے نمٹ لیں۔ اس لئے کہ اپنے منصوبے کے مطابق جب وہ ہماری مسجد اقصیٰ کو گرائیں گے تو پورے عالم اسلام میں ردعمل کی آگ بھڑکے گی، جس کے نتیجے میں مسلمان حکومتیں جن کی حیثیت کارخانے کی پاکٹ یونین کی ہے، سیلاب میں تنکوں کی مانند بہہ جائیں گی۔ اور اس موقع پر انہیں اندیشہ ہے کہ پاکستان کے ایٹمی اثاثے ''انتہا پسندوں'' کے ہاتھ لگ جائیں گے۔ اس لیے اس خطرے کی پیش بندی ضروری ہے۔ گویا انہیں اصل خطرہ پاکستان سے ہے۔ 1967ء میں جب اسرائیل نے بیک وقت تین مسلمان ملکوں مصر، شام اور اردن کو شکست دی تھی، تو فتح کا جشن منایا تھا۔ اس موقع پر اسرائیل کے پہلے وزیر اعظم بن گوریان نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ ہمیں کسی عرب ملک سے کوئی خطرہ نہیں، خطرہ صرف پاکستان سے ہے، حالانکہ اس وقت پاکستان ایٹمی قوت نہیں بنا تھا۔ معلوم ہوا کہ امریکہ اس وقت اصل صلیبی جنگ کی تمہید کے طور پر افغانستان میں پنجے گاڑ کر بیٹھنا چاہتا ہے۔ یہ افغانستان سے جانے والا نہیں ہے۔ بلوچستان کے ہمارے بعض دوستوں نے بتایا کہ پورے افغان پاکستان بارڈرز پر امریکہ کی طرف سے جس طرح کی تعمیرات کی جا رہی ہیں، اور بنکرز بنائے جا رہے ہیں، اُن سے تو یہی لگتا ہے کہ امریکیوں کے جانے کی نیت نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہماری روایات سے خوب واقف ہیں۔ وہ حدیث اُن کے علم میں ہے جس میں آپؐ نے فرمایا: خراساں کے علاقے سے فوجیں روانہ ہوں گی اور اُن کا رُخ دنیا کی کوئی طاقت نہیں موڑ سکے گی، یہاں تک کہ وہ ایلیاء (یروشلم) میں اپنے جھنڈے نصب نہ کر دیں۔ حضور ﷺ نے یہ بھی بتایا ہے کہ جب مہدیؑ آئیں گے، ان کی مدد کے لئے مشرق سے فوجیں جائیں گی۔ مشرق میں پاکستان ہے۔ لہٰذا وہ چاہتے ہیں کہ کم از کم پاکستان کے ایٹمی دانت توڑ دیں۔

وہ ہمارے ملک میں چھائے ہوئے ہیں۔ اسلام آباد ان کے گھیراؤ میں ہے۔ وہاں منی پینٹا گون بن رہا ہے۔ سہالہ میں ان کا بڑا مرکز ہے۔ انہوں نے اسلام آباد اور پشاور میں سینکڑوں مکانات کرایہ پر لئے ہوئے ہیں۔ پشاور کا فائیو اسٹار ہوٹل بھی ان کے قبضے میں ہے۔ ہمارے بعض ائیر پورٹس ان کے قبضے میں ہیں، جہاں ہمارے صدر اور وزیر اعظم بھی نہیں جا سکتے، کسی عام پاکستانی کے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں جتنے دھماکے ہو رہے ہیں خصوصاً جو کراچی میں ہوئے ہیں، یہ کون کروا رہا ہے؟ اِن کا ریموٹ کنٹرول کس کے پاس ہے؟ اس قسم کا بارود کہاں سے آ رہا ہے؟ یہ سب امریکہ کا کیا دھرا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ پاکستان میں خانہ جنگی کی صورت پیدا ہو جائے اور اُسے پاکستان میں مداخلت کا موقع مل جائے۔ پاکستان کے مغرب سے نیٹو فورسز اور مشرق سے بھارتی فورسز آئیں اور پاکستان کے ایٹمی ہتھیار ختم کر دیں۔ اس کے بعد پاکستان کو بھارت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ یہ ان کے منصوبے ہیں۔ ہوگا کیا، یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ بہر حال یہ ساری باتیں ہمیں معلوم ہونی چاہئیں، تا کہ اندازہ ہو کہ آج ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کدھر جا رہے ہیں؟ انسانیت کا قافلہ کدھر جا رہا ہے؟ مستقبل میں کیا حالات پیش آنے والے ہیں؟ آخر حضور ﷺ نے یہ خبریں یوں ہی تو نہیں دی ہیں۔ امریکہ کے نیوکونز کا سب سے بڑا رسالہ "The Philadelphia Trumpet" ہے جس میں شائع شدہ ایک جملہ پر میں اپنی گفتگو کو ختم کر رہا ہوں۔ رسالے کے ایڈیٹر نے نائن الیون سے ایک ماہ قبل لکھا تھا:

> "Most people think the crusades are a thing of the past over forever. But they are wrong. Preparations are being made for the final crusade and it will be the bloodiest of all."

''بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صلیبی جنگیں ماضی کی بات ہیں۔ لیکن اُن کی یہ سوچ غلط ہے۔ آخری صلیبی جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں جو سب سے زیادہ خونریز ہوگی''۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللّٰہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات

☆☆☆

سیرت رسول ﷺ اور اتحاد امت

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

ربیع الاوّل کا مہینہ اسلامی تاریخ میں بطورِ خاص اہمیت کا حامل ہے، کیوں کہ اس مبارک ماہ میں وہ مقدس ہستی اور دنیا کی سب سے بڑی انقلابی شخصیت پردۂ کائنات پر جلوہ گر ہوئی جس نے ملکوں، انسانوں اور تاریخ کو شناخت عطا فرمائی۔ ہم مسلمان خصوصی طور پر اس عظیم الشان ذات کے ممنونِ کرم ہیں کہ ان کے توسل اور ان کی نسبت کے بغیر نہ ہمارا ایمان معتبر ہے اور نہ ہماری حیثیت قابلِ ذکر ہے۔

اگر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا واسطہ درمیان میں نہ ہو تو ایمان کا بھی کوئی مفہوم نہیں بنتا اور خدا کی پہچان بھی نہیں ہو پاتی۔ نماز، روزہ، قربانی، حج، زکوٰۃ، قرآن، کعبہ، کلمہ، اسلام، رمضان، عیدالفطر اور عیدالبقر یہ سب کچھ اس لیے ہیں کہ ان کی تصدیق جنابِ رسالت مآب ﷺ نے فرمائی۔

آپؐ دنیا میں تشریف لائے اور دنیا کے ہر پہلو کو اپنے روحانی اور علمی انقلاب سے متاثر کیا، دل بھی بدلے اور ذہن کی سمت بھی بدلی، اخلاق بھی بدلا اور زاویہ نظر کو بھی تبدیل کیا، ظاہری اطوار بھی تبدیل کیے اور باطنی واردات میں بھی انقلاب برپا کر ڈالا۔

معجزات میں صرف یہی باتیں قابلِ ذکر نہیں کہ چاند دو ٹکڑے کر ڈالا اور ڈوبا ہوا سورج اشارے سے دوبارہ نکال دیا، بھیڑیے کو کلمہ پڑھا دیا اور ہرنی کی رہائی کرا دی، پانی میں ہاتھ رکھ کر اسے چشمہ میں بدل دیا اور ایک پیالہ دودھ ستر آدمیوں میں بانٹ دیا اور پھر بھی بچ رہا، حضور ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ حضرتِ انسان کو اندر اور باہر سے بدل ڈالا، وحشیوں کو متمدن، جاہلوں کو معلم، گمراہوں کو راہبر، راہزنوں کو راہ نما، چرواہوں کو حکمران، عیاشوں کو پاکباز، لذت پرستوں کو عفت شعار، خدا بیزاروں کو باخدا اور غلاموں کو آقائی کے آداب سکھا دیئے، اس سے بھی بڑا معجزہ یہ ہے کہ براعظموں، رنگوں، نسلوں، خطوں، قوموں، پہاڑوں، صحراؤں، دریاؤں اور میدانوں کے ہزاروں میل کے فاصلے سمیٹ کر لاکھوں کروڑوں انسانوں کو ایک امت میں سمو دیا۔

اسلام کے حوالے سے ایک ملت محض روحانی، اخلاقی، نظریاتی اور دینی بنیادوں پر متشکل ہوگئی تو ایک نئی برادری دنیا کے سامنے آئی۔

1۔ مکہ کے قریش مہاجر۔
2۔ مدینہ کے اوس اور خزرجی انصار۔
3۔ حبش کے بلال بن رباح ؓ (جو بعد میں مصر کے گورنر بنے)
4۔ بازنطین کے زید بن حارثہ ؓ (پہلے غلام اور پھر رسول اکرم ﷺ کے منہ بولے بیٹے بنے)
5۔ روم کے صہیب ؓ (جو حضرت عمر فاروق ؓ کی شہادت کے بعد کئی دن تک مسجد نبوی کے امام رہے)
6۔ فارس کے سلمان ؓ (ایک زمانے میں مدائن کے گورنر مقرر ہوئے)
7۔ (سابقہ یہودی عالم) عبداللہ بن سلام۔
8۔ اور خالدہ بنت الحارث (مذہب یہود کی عالمہ فاضلہ خاتون)

ان سب میں ایک دوسرے کے ساتھ ایک بھی مادی قدر مشترک نہیں، لسانی، نسلی، علاقائی، وطنی، جلدی، جغرافیائی، صوبائی، ملکی، تہذیبی، ثقافتی، تاریخی اور براعظمی اعتبار سے کوئی قدر مشترک نہیں مگر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نے ان سب کو یکجا کر دیا۔ یہ سب آناً فاناً ایک دوسرے کے کیسے بھائی بن گئے؟ آنِ واحد میں کون سی قدر مشترک پیدا ہوگئی؟ یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر واضح ہوتا ہے کہ انقلابِ محمدیؐ نے صدیوں اور زمانوں کے فاصلے پل بھر میں طے کر ڈالے۔ یہ بلال ؓ کون ہیں؟ حبشی، چپٹی ناک والے، سیاہ نسل، اجنبی براعظم کے باشندے، اوپری زبان بولنے والے اور غلامی کے گرفتار، کب اور کیوں جوانانِ عرب کے بھائی بن گئے؟

یہ زید بن حارثہ ؓ کون ہیں؟ بازنطینی علاقے کے قبیلہ بنی کلب سے تعلق رکھنے والے، کل تک ایک نصرانی تھے۔ ان کے اور انصار و مہاجرین کے درمیان رشتہ محبت کیسے استوار ہوگیا؟

سلمان فارسی ؓ کون تھے؟ اصفہان کے باسی، زرتشتی خاندان کے فرد، پیدائشی عجمی، آتش پرست یہ صاحب سلطنت مدینہ کے معزز شہری کیسے بن گئے؟

یہ عبداللہ بن سلام ؓ اور خالدہ بن الحارث خاندان یہود کے معزز فرد باقاعدہ مناظر اور مفتی، یہ سب کیسے ایک ملت میں سمو گئے؟

ان سب میں کوئی بھی ہم شہری، ہم ملکی، ہم قومی، ہم وطنی، ہم قبیلہ، ہم قومیتی، ہم لسانی، اور ہم براعظمی نہیں تھا۔ یہ سب ملت اسلامیہ کے اجزاء بنے تو ان میں کوئی مشترک مادی قدر، مشترکہ تعصب اور مشترکہ ذاتی مفاد نہ تھا بلکہ یہ سب عجمی اور عربی، کالے اور گورے، آزاد اور غلام، مہاجر اور انصار، مکی اور مدنی، رومی اور ایرانی محض ہم عقیدہ اور ہم مذہب بن کر شجر ملت سے پیوستہ ہو گئے اور دنیا کو بہار آشنا کر دیا۔

اہل فرانس عموماً برطانیہ کے دشمن رہے۔ اٹالین (اٹلی والے) جرمنوں اور انگریزوں کے بھائی نہ بن سکے۔ جرمن نپولین کو اور فرانسیسی بسمارک کو اپنا محبوب نہ بنا سکے۔ کوئی سیزر انگریزوں کا ہیرو نہ بن سکا۔ مگر اس کے برعکس عرب کا محمد بن قاسم ہندی مسلمانوں کا بھی ہیرو ہے۔ جمال الدین افغانی ایران، پاکستان اور افغانستان کا بیک وقت محبوب رہنما ہے۔ اقبالؒ عرب و عجم کے مسلمانوں کی آنکھ کا تارا ہے باوجودیکہ وہ برصغیر ہند و پاک کے ہیں۔ یہ ہے انقلاب محمدی ﷺ کی روشن جھلک جس سے صفحہ ہستی اور سینہ کائنات تابناک ہے۔ ہمارے ہاں حضور ﷺ کو عظیم عالمی رہنما، سب سے بڑے انقلابی قائد، عرب و عجم کے نجات دہندہ، شرف انسانی کے ضامن، روحانیت کے پیکر اتم اور کائنات انسانی کی روح رواں کے طور پر دیکھنے کی عادت نہیں بلکہ انہیں پرکھنے اور سمجھنے کے لیے ہم نے نور، بشر، کے پیمانے بنا رکھے ہیں۔

آفاقی پیغام دینے والے، عالمی ریاست قائم کرنے والے، اور کائناتی فکر رکھنے والے پیغمبر کی امت بہتر فرقوں میں بٹ جائے تو اس سے زیادہ مہلک اور افسوسناک بات کیا ہوسکتی ہے؟

جس دین نے رنگ و نسل، وطن اور زبان کے

گھرے اختلافات کو چشم زدن میں ملیامیٹ کر کے رکھ دیا اس دین کے نام لیوا ابھی تک رفع یدین، آمین بالجبر، نور بشر، حاضر ناظر، گیارہویں اور علم تعزیے پر لڑ رہے اور جگ ہنسائی کا سامان کر رہے ہیں۔

تمام کلمہ گو سنی، شیعہ، مقلد غیر مقلد مسلمانوں کا خدا ایک، رسول ایک، قرآن ایک، کعبہ ایک اور کلمہ ایک ہے، تو امت ایک کیوں نہیں بن سکتی؟ سنی اور شیعہ رہیں مگر اپنی بنیاد اور نسبت کو نہ بھولیں، حد سے تجاوز کر کے

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اس عظیم الشان انقلاب کے ذریعے سہارا دینے کی ضرورت ہے جس نے آدمی کو جوہر آدمیت اور انسان کو شرف انسانیت سے نواز کر ہر قسم کے خوف، حزن، ابتلاء، استحصال اور افتراق سے آزاد کر دیا تھا۔

یہ کام پیشہ ور دم کٹی فرقہ واریت کے نہ کرنے کا ہے نہ کر سکتی ہے۔ یہ کام ان شاہین صفت اور خود آشنا نوجوانوں کا ہے جو فولاد کے اعصاب اور چیتے کا جگر رکھتے اور طوفانوں سے ٹکرا سکتے ہوں، جن کا سرمایہ حیات کل کا کل عشق رسول ﷺ ہو اور جن کا مقصد زیست فقط انقلاب محمدی ﷺ کا فروغ ہو!

وہ آئے اور آئے بھی قرآں لیے ہوئے
تنظیم کائنات کا ساماں لیے ہوئے
اترا حرا کے غار سے وہ نازش مسیح
سارے جہاں کے درد کا درماں لیے ہوئے

☆☆☆

فرمائیں، زخموں سے چور اور چرکوں سے نڈھال امت کو مزید دکھ نہ دیں بلکہ مرہم اور پھاہا رکھنے کا اہتمام کریں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ خدا ایک ہے مگر امت ایک دوسرے کی نظر میں کافر و مشرک، رسول سراپا رحمت ہیں مگر امتی آپس میں لڑنے مرنے کو آمادہ و مستعد، قرآن ایک ہے مگر ماننے والے الجھے ہوئے، کعبہ ایک ہے مگر کعبے کی بیٹیاں یعنی مسجدیں محاذ جنگ بنی ہوئیں ہیں، کلمہ ایک ہے مگر کلمہ گو باہم دست و گریباں ہیں، حالانکہ ہم غور و فکر سے کام لیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ عقیدۂ توحید بنائے وحدت ہے، نظریہ رسالت پیغام رحمت ہے، قرآن حکیم سرچشمہ ہدایت ہے، حرم کعبہ مرکز ملت ہے، کلمہ طیبہ نشان عظمت ہے اور ملت اسلامیہ خیر امت ہے۔

دنیا امت محمدیؐ کو مسلمان کے طور پر دیکھتی ہے خواہ وہ مسلمان ایران کا شیعہ ہو، پاکستان کا سنی ہو، ہندوستان کا دیوبندی ہو، اور سعودی عرب کا اہل حدیث ہو۔ دنیا کے نقشے اور اقوام متحدہ کے دفتر میں یہ ممالک مسلمان سمجھے جاتے ہیں۔ کوئی انہیں مشرک اور کافر، یہودی اور عیسائی ملک نہیں قرار دیتا۔ حج بیت اللہ مسلمان کرتے ہیں کوئی سکھ ہندو حج کو نہیں جاتا۔ قبلہ رخ نماز مسلمان پڑھتے ہیں کوئی یہودی اور بدھ نہیں پڑھتا۔ مگر ہم ہیں کہ ابھی ہمارے اندر کفر و اسلام کا معرکہ برپا ہے۔ اگر ہم ایک دوسرے کے فتوؤں کے مطابق کافر ہیں اور گمراہ، مرتد اور بدعتی، مشرک اور گستاخ رسولؐ ہیں تو اس جزیرے کی ضرور نشاندہی کی جائے جہاں مسلمان بستے اور سانس لیتے ہیں۔

اندرونی تضادات میں الجھی ہوئی، اقتصادی مشکلات میں پھنسی ہوئی، جنگی جنون میں مبتلا، آمادۂ فساد و جنگ، کالوں اور گوروں میں بٹی ہوئی، مشرق اور مغرب میں منقسم، دو عالمی جنگوں کی ماری ہوئی اور تیسری ایٹمی جنگ کے خوف میں گرفتار دنیا کو حضور رسالت مآب

صورتحال

نصر من اللہ و فتح قریب

محمد سمیع

ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے کہ حضرت خباب بن ارتؓ آپؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ یہ وہی حضرت خباب بن ارتؓ تھے جن پر مشرکین نے ان کی حق پرستی کی بناء پر تشدد کی انتہا کر دی تھی۔ آگ کے انگارے دہکائے جاتے اور انہیں حکم دیا جاتا کہ اس پر لیٹ جاؤ۔ چنانچہ آگ کی تپش کے نتیجے میں پیٹھ کی چربی پگھلتی اور اس سے انگارے سرد پڑ جاتے۔ وہ حضور ﷺ کے سامنے گلہ کرنے لگے کہ حضور ﷺ! اب تو ظلم کی انتہا ہو گئی۔ آخر اللہ کی مدد کب آئے گی۔ اس پر حضور ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور ان سے فرمانے لگے کہ خبابؓ! تم بہت جلدی کر رہے ہو۔ ابھی تم پر وہ کچھ نہیں گزرا جو پچھلی قوموں پر گزرا تھا۔ اس کی تفصیلی کیفیت سورۃ البقرہ میں اس طرح کھینچی گئی ہے۔ ''کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ یوں ہی بہشت میں داخل کر دیئے جاؤ گے، حالانکہ ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی مشکلیں پیش آئی ہی نہیں۔ ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا مارے گئے۔ یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔''

جب امریکہ نے طالبان حکومت کے خاتمے کے لئے افغانستان پر حملہ کیا تھا، بموں کی ماں ڈیزی کٹرز تک ان پر استعمال کر دیئے تھے۔ اس نے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ اس وقت یقیناً طالبان میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے گھبرا کر کہا ہو گا کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ آج صورت یہ ہے کہ اللہ کی مدد آ چکی ہے۔ سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان نے عملی شکل اختیار کر لی ہے کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں۔ ذرا غور تو فرمائیں، ایک طرف کئی ممالک پر مشتمل اتحادی لشکر جو جدید ترین اور ہتھیاروں سے لیس اور دوسری طرف نہتے طالبان۔ جی ہاں! اس فوج اور اس کے ہتھیاروں کے مقابلے میں طالبان نہتے ہی کہلائیں گے۔ مگر انہوں نے گزشتہ آٹھ برسوں میں اتحادی افواج کو ناکوں چنے چبانے پر مجبور کر دیا ہے۔ کیا یہ اللہ کی مدد کے بغیر ہو سکتا تھا؟ آیئے دیکھتے ہیں، امریکہ اور اس کے اتحادی ان مومن بے تیغ سے کس قدر لرزاں و ترساں ہیں۔

امریکی سنٹرل کمانڈ کے سربراہ جنرل ڈیوڈ پیٹریاس نے اعتراف کیا ہے کہ کابل میں حالیہ خودکش حملے خاصے موثر تھے، جو طالبان کو دستیاب وسائل اور ان کی ہمت کا ثبوت ہے (بحوالہ روزنامہ محشر 21 جنوری 2010ء)۔ اس کا اعتراف تو امریکی پہلے ہی کر چکے تھے کہ کثیر رقم خرچ کرنے اور بڑی افواج کی موجودگی کے باوجود خودکش حملہ آوروں سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک نجی ٹی وی کے مطابق پاکستانی ڈاکٹرز کی سالانہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے بروکلین سے امریکی رکن کانگریس کا کہنا تھا کہ خودکش حملوں سے بچنے

اور مسائل کو حل کرنے کے لئے ''شدت پسندوں'' سے مذاکرات کئے جانے چاہئیں۔ بات چیت ہی کے ذریعے تمام معاملات حل ہوسکتے ہیں۔ اندازہ کیجئے، ایک طرف تو وہ سرفروش ہیں جن کے نزدیک ؏

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

> امریکہ کی ملٹری اکیڈمی ویسٹ پوائنٹ کے پروفیسر جنرل (ر) میکفرے نے خبردار کیا ہے کہ امریکی قوم کو ہر ماہ تین سے پانچ سو امریکی فوجیوں کی افغانستان سے ہلاکتوں کے لئے تیار رہنا چاہئے

اور دوسری طرف وہ کہ جن پر ہر لمحہ موت کا خوف طاری رہتا ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟

امریکی فوج کے سربراہ ایڈمرل مائک مولن نے کہا ہے کہ افغانستان میں جاری مزاحمت شدید ہوگئی ہے اور امریکہ جنگ ہار رہا ہے۔ مزید فوجوں کی تعیناتی سے ہلاکتوں میں اضافہ ہوگا۔ اسی کی وارننگ امریکہ کی معروف ملٹری اکیڈمی ویسٹ پوائنٹ کے پروفیسر جنرل (ر) میکفرے نے ایک دوسرے انداز میں دی۔ انہوں نے کہا کہ امریکی قوم کو ہر ماہ تین سے پانچ سو امریکی فوجیوں کی افغانستان سے ہلاکتوں کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ (مقدمہ 7 جنوری 2010ء)

امریکی انٹیلی جنس افسر میجر جنرل مائیکل نے اعتراف کیا ہے کہ دنیا کی طاقتور فوجیں اپنے سے معمولی اور کمزور دشمن سے شکست کھا گئیں۔ ذرا ایڈمرل مائیک مولن کا واویلا بھی سنیں۔ وہ کہتے ہیں کہ امریکہ افغانستان میں روزانہ کی بنیادوں پر اپنے فوجی مروا مروا کر تنگ آ گیا ہے۔ اس لئے اسے پاکستان اور افغانستان میں اپنی حکمت عملی تبدیل کرنا پڑے گی۔ تو بھائی بات یہ ہے کہ آپ نے طالبان سے تصادم کا فیصلہ کیا ہی کیوں تھا؟ وہ تو رب کی دھرتی پر رب کا نظام نافذ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ آپ کا تو انہوں نے کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ اب اگر آپ نے یہ بلا مقصد جنگ چھیڑی ہے تو نتائج بھی آپ ہی کو بھگتنے ہیں۔ اس واویلا کا کیا فائدہ؟

افغانستان میں امریکی فوج کے کمانڈر جنرل میک کرسٹل نے برطانوی اخبار کو انٹرویو میں کہا ہے کہ اب وہ اس جنگ کا سیاسی حل چاہتے ہیں۔ افغانستان میں 80 ہزار امریکی فوج کی تعیناتی سے طالبان اتنے کمزور ہوجائیں گے کہ انہیں امن معاہدے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ طالبان مستقبل میں اس ملک کو چلانے میں مدد کرسکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک فوجی کی حیثیت سے ذاتی طور پر مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جنگ کافی ہوچکی ہے۔

قارئین! آپ نے امریکی افواج کے سورماؤں کے بیانات پڑھ لئے۔ اب ذرا ان کے اتحادیوں کے بیانات پر بھی نظر ڈال لیتے ہیں۔ کل کا سپر پاور برطانیہ جو بقول کسے اب امریکی دولہے کا شہ بالا بن کر رہ گیا ہے، اس کی وزارت دفاع کی رپورٹ کیا کہتی ہے جو برطانوی نشریاتی ادارے نے پیش کی ہے۔ برطانوی پارلیمنٹ کو وزارت دفاع کی طرف سے فراہم کردہ اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ 19 بٹالین ایسی ہیں جن کے پاس پانچ سو سے بھی کم فوجی لڑنے کے قابل ہیں۔ گویا برطانوی وزارت دفاع کے بقول برطانوی فوج لڑنے کے قابل نہیں۔ پھر انہیں کس نے مشورہ دیا تھا کہ ایک ایسی فوج کو جو لڑنے کے قابل نہیں طالبان جیسے سرفروشوں سے لڑنے کے لئے بھیج دیا جائے۔

اب ذرا دوسرے اتحادی فرانس کی بھی سنئے۔ فرانس کے صدر نکولس سرکوزی نے کہا ہے کہ اگر افغانستان میں طالبان کو فتح ہوئی تو دنیا کو خطرات لاحق ہوسکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی جوہری ہتھیاروں سے لیس پاکستان کو بھی شکست ہوجائے گی۔ گویا ایک ایٹمی طاقت دوسری ایٹمی طاقت کو ڈرا رہی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر جنرل پرویز مشرف نے امریکی دھمکی سے ڈر کر پاکستان کو امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی نہ بنایا ہوتا تو آج اسے اس طرح نہ ڈرایا جا رہا ہوتا۔ اب بھی وقت ہے کہ مغربی افواج افغانستان سے باعزت واپسی کی سبیل پیدا کریں، تا کہ اس خطے کو امن و امان نصیب ہو۔

☆☆☆

بقیہ: سوچو، کہ تم مسلمان ہو

دنیا میں امتحانی کیفیت میں دل لگا کر محنت کرتا ہے، تا کہ اصل عیش اور دائمی راحت کا سامان کرسکے۔

☆ عیش وعشرت میں بہت بڑا عنصر سرمایہ دارانہ معاشرے میں انڈسٹری کی جانب سے عوام کا استحصال ہے جس کے ذریعے ملک میں ''معاشی استحکام'' میں مدد دینے کا جھانسا دیا جا رہا ہے۔ یہ سوچنے کی باتیں ہیں۔ اللہ نے ہماری جیب میں دوسرے بہت سے لوگوں کا حصہ ڈال رکھا ہے جسے اِن تک پہنچانا ہمارے ذمے ہے۔

☆ اسلام کا مقام ترکِ دنیا اور غرق دنیا کے درمیان ہے۔ یہ دنیا یادِ خدا اور خوفِ خدا کے مابین ہی چلے گی تو ﴿هو الفوز العظيم﴾ کی ابدی خوشیاں منانے کا موقع ہاتھ آئے گا۔

☆ ہمارے کرنے کا کام اصلاً یہ ہے کہ اتنے واضح احکام اور تنبیہات کے بعد ہم اپنے رسم و رواج اور تقریبات پر نظر ڈالیں اور جہاں کہیں وہ خوشیاں یا غم منائے جا رہے ہوں، جو ہماری تہذیب کا حصہ نہ ہوں، اُنہیں نکال باہر کریں۔ دجالی تہذیب کے دجل کو پہچانیں، اسلامی تہذیب پر فخر کرنا سیکھیں اور ایک بامقصد زندگی، جس کی طرف قرآن و سنت رہنمائی کرتے ہیں، کو اپنائیں۔ تشبہ بالکفار کے مرض سے معاشرے کو پاک کریں۔ اس کی جگہ اجلی، پاکیزہ اسلامی تہذیب کو زندگی کے ہر شعبے میں رواج دیں۔ ہماری خوشیاں اس دنیا میں محتاط انداز ہی سے منائی جانی چاہئیں۔

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس (2) عربی گرامر کورس (I`II`III)

(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501

E-mail: distancelearning@tanzeem.org

سوچو، کہ تم مسلمان ہو

رفیقہ تنظیم اسلامی

شمسی سال اپنے آغاز کے پہلے لمحے کے ساتھ ہی دنیا بھر میں تفریح کے نام پر اَن گنت مخصوص ''ڈے'' کا ایک سیلاب لے آتا ہے۔ وطن عزیز میں بھی چہار جانب بحث و مباحثوں کا بازار گرم ہو جاتا ہے کہ یہ نوجوانوں کی بے ضرر خوشیاں ہیں، اِن پر اتنا سخت رویہ اختیار نہ کیا جائے۔ ایک اعتراض خوش باش طبقے کی جانب سے یہ بھی ہوتا ہے کہ ہر چیز میں اسلام کو گھسیٹ لانا کیوں ضروری ہے......؟ ایسے میں کچھ بنیادی تصورات ہیں جن کی وضاحت لازمی ہے۔

☆ اسلام ہمارا مذہب نہیں، دین ہے۔ مذہب چند رسومات ادا کر کے پورا ہو جاتا ہے، اور ہر معاملے میں رہنمائی نہیں کرتا، جبکہ دین زندگی کے ہر لمحے سے اطاعت اور ڈسپلن کا طلبگار رہتے ہوئے ایک مکمل طرزِ زندگی ہے۔

☆ ہم اپنے رب کی غلامی (بندگی) کا اقرار کلمۂ طیبہ کے ساتھ کر چکے ہیں اور بخوشی اپنی جان، اوقات، صلاحیتوں اور قوتوں کا سودا اپنے رب سے اُس کی رضا کے عوض کر چکے ہیں۔

☆ راستے اصلاً صرف دو ہیں......رحمٰن کا راستہ اور شیطان کا راستہ۔ ہم جہاں بھی رحمٰن کے راستے سے ہٹ جاتے ہیں، قدم شیطان کے راستے پر جا پڑتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں دیکھ بھال کر چلنا ہے۔

☆ ہمیں فیشن، رسم و رواج، کھیل تماشوں، کیریئر، معیارِ زندگی جیسے 360 بتوں سے بھرے حرمِ دل کو لا الٰہ کی ضرب سے پاک کرنا ہوگا۔ دل کی چاہتوں، نفس کی خواہشوں اور ضروریاتِ زندگی کے حصول کو ''الا اللہ'' کے رنگ میں رنگنا ہوگا۔

☆ نبی اکرم ﷺ نے قرآنِ پاک کے آئینے میں زندگی گزارنے کا ایسا جدا اور منفرد انداز دیا جو اجڈ اور غیر مہذب دنیا کے لیے تاقیامت آدابِ زندگی وضع کر گیا۔ اسی سے ہمارے اسلامی معاشرے کے سارے کھیل اور تفریح، ثقافت یا کلچر کے نام پر اُٹھائے جا سکتے ہیں۔

☆ یہ تہذیب قیامت تک کے لیے آئی ہے۔ یہ نہ کہیے کہ زمانہ بدل گیا، ضروریات بدل گئیں۔ یہ جہالت اور کم نظری ہے۔ تبدیلیاں صرف خارج میں آئی ہیں، اندر کا انسان وہی ہے۔ زمان و مکان کے فاصلے سمٹے ہیں، نام اور مقام بدلے ہیں، ماہ و سال بدلے ہیں لیکن ایمانی جذبات بھی وہی ہیں اور شیطانی بہکاوے بھی وہی ہیں۔ ضرورت صرف حبل اللہ کو مضبوطی سے تھام کر علم و عمل کے رستے پر چلنے کی ہے، تاکہ لاعلمی سے پیدا ہونے والے مسائل کا سدباب ہو سکے۔

☆ تہذیبی شناخت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف واضح احکامات دیے ہیں بلکہ اقوام کی نقالی کا دروازہ یہ فرما کر بند کر دیا کہ ''جو شخص کسی دوسری قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں شمار ہوگا۔'' اغیار کی مشابہت ایک غیر محسوس طریقے سے اعمال کو جزوِ زندگی بنا کر شرعی احکام و آداب کو ناپسندیدگی کی حد تک لے جاتی ہے، جو بالاتر تہذیب کے حامل مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔

☆ قرآن و سنت کے اکثر احکام سے پہلوتہی کے لیے نیک نیتی کا سہارا لیا جاتا ہے جو کہ صریح شیطانی دھوکہ ہے۔ دین اسلام اپنے واضح احکامات کے ضمن میں کسی نیک نیتی کو قبول نہیں کرتا۔

☆ ہم مسلمان ہیں۔ اسلام ہمارا سرمایۂ افتخار ہے۔ غیر اسلامی تہذیب سے مرعوب ہونے والوں پر جبر کرنے کی بجائے اُن کے ہاتھ ایمان، تقویٰ اور اللہ سے محبت کا سرا تھمانے کی ضرورت ہے جس سے ساری گتھیاں خود ہی سلجھ جائیں گی۔

☆ خوشی کی انتہا یا غم کی شدت میں اپنی شناخت کو کھو دینا ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ ایسے لوگوں کے لیے قرآن فرماتا ہے: ''اِن لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں اِن کا اپنا آپ بھلا دیا۔ یہی لوگ فاسق (نافرمان) ہیں۔'' (الحشر)

☆ اسلام اپنے ماننے والوں کو خوشی کے دو تہوار دیتا ہے، جو عبادات کی تکمیل کے ساتھ وابستہ ہیں اور مراسمِ عبودیت ہمراہ لیے ہوئے ہیں۔ یعنی روزہ اور حج کی تکمیل پر عیدین۔ نماز عید، فطرانہ اور قربانی کے ساتھ ہے۔ یہ صاف ستھری اجلی تہذیب اور تقاریب شائستگی کے اعلیٰ نمونے اور ایثار اور بھائی چارے و محبت میں گندھی ہوئی ہیں۔

☆ لنڈے میں صرف کپڑے، جوتے ہی نہیں آتے، پوری تہذیب، تعلیم، نصاب و انداز تعلیم، ادویات، ہتھیار سبھی کچھ ہمارے حصے آ رہا ہے۔ وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم غور و فکر کے عادی نہیں، جس کی ترغیب بار بار قرآن مجید دیتا ہے۔

☆ یہود کو اللہ نے جو سزا دی تھی وہ یہ تھی کہ ''بندر ہو جاؤ دھتکارے ہوئے'' بندر نقالی کا عادی ہوتا ہے۔ آج ہم اِن کی نقالی میں بندر ہوئے جا رہے ہیں۔ دنیا میں یہی اعمال ہماری بے وقعتی کا سبب ہیں۔ مسلم طرزِ زندگی کی شان اس سے بہت اونچی ہے کہ وہ یہود و ہنود اور نصاریٰ کے تہذیبی مرض میں مبتلا ہو۔

☆ دن منانے کا پورا تصور ہی مغربی ہے۔ اقوامِ متحدہ کے حکم پر یا مغرب کی نقالی کا فریضہ انجام دینے کے لیے یہ دن تعلیمی اداروں میں اور سرکاری سطح پر منائے جانے کی طرح ڈال دی گئی ہے۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ دنیا کو بموں سے چھلنی کر دو...... پھر امن کا ایک دن منا کر شاخِ زیتون لہرا کر اور فاختہ اڑا کر منافقت پر مُہر ثبت کر دو۔

☆ غیر اسلامی کھیل تماشے چہار جانب پھیلی (بد) تہذیبوں سے مستعار لیتے ہوئے ہم وہ بنیادی فرق بھول جاتے ہیں جو کفر اور اسلام کے تصورِ حیات میں ہے۔ کافر کے لیے ساری عیش و عشرت، راحت کا مقام یہ دنیا ہے۔ اس سے آگے وہ کسی راحت کا نہ امیدوار ہے، نہ طلبگار، نہ منتظر، جبکہ مومن یہاں مشقت اُٹھاتا،

(باقی صفحہ 10 پر)

نائن الیون کی سازش

ڈک چینی اور بُش کا کردار

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

ترجمہ: محمد فہیم

ڈک چینی خوب جانتا ہے کہ انٹرسپشن کر کے کسی جہاز کو گرانے کے عمل سے روکا جاسکتا ہے۔ ڈک چینی یہ عذر لنگ تراشتا ہے کہ فلائٹ 77 کے ضمن میں انٹرسپشن اس لئے نہیں کی گئی کہ اینڈریو ائیربیس پر فائٹرز دستیاب نہیں تھے۔ ڈک چینی کا یہ بیان لایعنی ہے، اس لیے کہ خود NORAD یہ اعتراف کرتا ہے کہ انٹرسپشن ایک معمول ہے جس کے تحت نائن الیون کے رونما ہونے سے پہلے ستمبر 2000ء سے جون 2001ء کے درمیانی عرصے میں یو ایس ملٹری نے 67 مواقع پر مشکوک جہازوں کے تعاقب کے لیے فائٹر جہازوں کو استعمال کیا۔

حقائق کو چھپانے اور قصداً مبہم بنانے کے لیے گھڑی ہوئی بے سروپا سرکاری کہانیوں کی اس کے سوا کوئی توجیہہ ممکن ہی نہیں کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ یا تو امریکی ایئرفورس کے کسی بڑے افسر یا پھر بُش انتظامیہ کے حکم سے ایئرفورس کو اس غرض سے غیر متحرک ہی رکھا گیا، تاکہ تمام حملے کامیابی کے ساتھ اپنے منطقی انجام تک پہنچ سکیں۔ سابق فیڈرل کرائمز پراسیکیوٹر جان لوفٹس کا کہنا ہے کہ نائن الیون سے پہلے یورپی انٹیلی جنس سروسز نے جو معلومات فراہم کی تھیں، وہ اتنی بھرپور تھیں کہ سی آئی اے اور ایف بی آئی کے لیے کوئی چیز چھپانے کا بہانہ بنانا ممکن ہی نہیں رہا (مثلاً یہ کہا جائے کہ فلاں فلاں چیز کی کمی تھی جس کی وجہ سے ان حملوں کو روکا نہ جاسکا)۔

11 ستمبر کو سرکاری طور پر جہاز کے کسی بلڈنگ سے ٹکرانے کے منصوبے سے متعلق ایک مصنوعی کارروائی کی نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ مزید براں ٹورنٹو سٹار میں 9 دسمبر 2001ء کو شائع شدہ سکاٹ سیمی کے ایک مضمون کی رو سے ''آپریشن ناردرن ویجیلنس'' کو ختم کر دیا گیا اور ہر قسم کی ''انجیکٹ'' (مصنوعی وار گیم کے متعلق خبر کے لیے اصطلاح) کو سکرینوں پر سے ہٹا دیا گیا۔ مزید براں یہ بھی آثار ہیں کہ بعض اہم وار گیمز جو اکتوبر 2001ء کو ہونے والی تھیں، کسی نامعلوم اتھارٹی کے حکم پر ستمبر تک ملتوی کر دی گئیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بظاہر نائب صدر ڈک چینی تمام وار گیمز کے انچارج بھی تھے اور 11 ستمبر کے حملوں پر سرکاری ردعمل کا پورا اہتمام بھی انہی نے کیا۔ اگر چہ حکومت مسلسل انکار کر رہی ہے، لیکن سیکرٹری ٹرانسپورٹ نارمن منیٹا نے نائن الیون کمیشن کے سامنے بطور شہادت جو ویڈیو کلپ پیش کی ہے، وہ اس بات کی مکمل تصدیق کرتی ہے کہ فلائٹ 77 کے پینٹاگون تک پہنچنے سے پہلے ڈک چینی کئی میلوں سے اُس کو مانیٹر کر رہا تھا۔ اس ویڈیو کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

لی ہملٹن بولا ''میں چاہتا ہوں کہ کچھ لمحوں کے لیے صدارتی ایمرجنسی آپریٹنگ سنٹر پر فوکس کروں۔ تم دن کے اچھے حصے میں وہیں تھے۔ میرا خیال ہے تم وہاں نائب صدر کے ساتھ تھے، جب وہ احکام آ رہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ صدر ہی نے اس کمرشل جہاز کو جس کے دہشتگردوں کے قبضہ میں ہونے کا گمان ہوتا ہے، مار گرانے کا حکم دیا تھا۔ کیا تم وہاں تھے جب یہ حکم دیا گیا؟''

نارمن منیٹا کہتا ہے: ''نہیں، میں نہیں تھا۔ مجھے کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ جب جہاز پینٹاگون کی طرف آ رہا تھا تو ایک نوجوان اندر آیا اور نائب صدر کے قریب آ کر بولا ''جہاز 50 میل دور ہے، 30 میل دور ہے'' اور جب اس نے کہا کہ ''جہاز 10 میل کی دوری پر ہے''، ساتھ ہی اس نے پوچھا ''کیا احکام اب بھی وہی ہیں؟'' تو نائب صدر نے گردن گما کر کہا ''یقیناً احکام اب بھی وہی ہیں۔ کیا تم نے اس کے برعکس کوئی حکم سنا ہے؟'' میں اس وقت نہیں سمجھتا تھا کہ سب کچھ کیا ہے۔''

لی ہملٹن: ''جس فلائٹ کا تم حوالہ دے رہے ہو وہ۔۔۔؟''

نارمن منیٹا: ''فلائٹ جو پینٹاگون کی طرف آئی''

لی ہملٹن: ''پینٹاگون''

اب معلوم ہوا کہ دُنیا کی محفوظ ترین بلڈنگ کیسے دہشت گرد حملوں کا شکار ہوئی۔ امریکی نائب صدر نائن الیون کی دہشت گردی کے اُمور کی خودنگرانی کر رہا تھا۔ وہ کئی میلوں سے جہاز کو آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ یہ حقائق بھی قابل غور ہیں کہ اغوا شدہ جہاز کو کریش کرنے سے پہلے کئی فوجی مراکز کے اوپر سے اُڑ کر گزرنا تھا۔ پھر یہ کہ وار گیمز بھی ہو رہی تھیں اور ملٹری کو چوکس کر دیا گیا تھا۔ ان تمام باتوں کی بعد میں محکمہ دفاع کی سرکاری ویب سائٹ سے تصدیق ہو چکی ہے۔ پھر یہ دو چیزیں بھی لاجسٹک نقطہ نظر سے دیکھی جانی چاہیے۔ ایک یہ کہ ہزاروں میل دور کسی غار میں چھپا ہوا کوئی شخص (اسامہ بن لادن) کس طرح دُنیا کی واحد سپر پاور کے ایئر ڈیفنس سسٹم کو شکست دے کر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص کو (جیسے ڈک چینی) نہ صرف یہ کہ نائن الیون کے دوران تمام ڈیفنس سسٹم پر کنٹرول حاصل تھا بلکہ وہ وار گیمز اور کاونٹر ٹیررزم سے متعلق کل اختیار کا بھی مالک تھا۔ اس کے باوجود ''دہشت گردوں'' نے پورا سسٹم کیسے ناکارہ بنا دیا؟

غار میں بیٹھے ہوئے اسامہ بن لادن اور ایمن الزواہری تو کابل اور قندھار کے درمیان بھی رابطہ کرنے کے قابل نہ تھے، کیونکہ ان کے کمیونیکیشن سسٹم پر طالبان نے قبضہ کر رکھا تھا۔ وہ اپنے وائرلیس ریڈیو کو بھی قندھار کے اندر کام میں نہیں لا سکتے تھے۔ سائمن ایم ہرش نے نائن الیون کی تباہی کے حوالے سے صاف کہا ہے کہ یہ کام اسامہ بن لادن کر ہی نہیں سکتے تھے۔ بقول اُن کے ''کئی انٹیلی جنس عہدیداروں نے اسامہ بن لادن کی صلاحیتوں کے متعلق سوالات اُٹھائے ہیں کہ ایک انسان افغانستان کے غاروں میں بیٹھ کر اتنا بڑا آپریشن کیونکر کر سکتا ہے؟ سی آئی اے کے ایک ذمہ دار نے کہا کہ یہ اتنا بڑا کام وہ کس طرح اکیلے کر سکتا ہے؟ ایک سینئر فوجی افسر نے مجھے بتایا کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں داخل ہونے کے لیے ویزا اور دوسری دستاویزات کے لزوم کے پیش نظر یہ ناممکن ہے کہ ایسا کام کسی بیرونی انٹیلی جنس سروس کے تعاون کے بغیر سرانجام پا سکے۔

اِن حملوں کی کامیابی کے لیے ضروری تھا کہ یہ عین وار گیمز کے دورانیے کے وسط میں کئے جائیں،

تاکہ یہ غلط فہمی برقرار رہے کہ یہ وار گیمز سے متعلق کوئی مصنوعی حملے ہیں۔ جیسے کہ ڈک چینی پینٹاگون کی طرف بڑھتی ہوئی فلائٹ 77 کو کافی دور سے دیکھ رہا تھا لیکن اس نے ملٹری کو اُس کا تعاقب کرنے کے لیے کچھ بھی نہ کہا۔ کیا اسامہ بن لادن یا طالبان ایسا کچھ کر سکتے تھے کہ وہ امریکی ایئرفورس کو اپنے معمول کے حفاظتی آپریشن سے روکے رکھیں؟ اسامہ یا اُن ساتھیوں نے نہیں، بلکہ کسی بڑی امریکی شخصیت نے حملوں کے عین وقت فائٹر جہازوں کو دور بحر الکاہل کے اوپر بھیجا، تاکہ ''القاعدہ کے اغوا شدہ طیاروں'' کو انٹرسیپ ہونے سے بچایا جا سکے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے کسی غیر معمولی دانش کی ضرورت نہیں کہ اسامہ یا اُن کے ''افغانستان کے غاروں'' سے بھیجے ہوئے پیروکاروں کا ایک گروہ امریکی فوج کو اس حد تک بے بس کر سکے۔

مزید براں ایئر ٹریفک کنٹرولرز کا دعویٰ ہے کہ چاروں طیاروں کے کریش کر جانے کے بعد بھی وہ سکرین پر طیاروں کو ٹریک کرتے رہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سکرین پر جعلی راڈار بلپس دکھائی دے رہے تھے، جبکہ ملٹری کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے سکرین سے مصنوعی وار گیمز سگنل ہٹا دیئے تھے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب یہ جعلی بلپس ہٹا دیئے گئے تھے تو کیا یہ اسامہ کے لیے ممکن تھا کہ وہ ایئر ٹریفک کنٹرولرز کو مس گائیڈ کرنے کے لیے سکرین پر جعلی سگنل داخل کر کے ان کو برقرار رکھ سکے؟ یہ ناممکن ہے۔

امریکی محققین جیسے مائیکل روپرٹ اور ڈیوڈ اے گریفن اس ساری صورتحال سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ نائب صدر ڈک چینی اور اس کے ساتھ دوسرے اعلیٰ حکومتی اور فوجی حکام ہی نے یہ ساری سازش تیار کی، یا کم از کم اس حد تک تو وہ ضرور اس میں ملوث ہیں کہ انھوں نے اس بات کو یقینی بنانے کا سامان تو کر ہی دیا تھا کہ حملے کامیابی سے ضرور ہمکنار ہوں۔

کھیل میں بش کا کردار

بش اس صلیبی جنگ کا مرکزی کردار ہے۔ اُس کے قول و فعل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہونے والے واقعات کے متعلق پورا علم رکھتا تھا۔

تخمینوں اور سازشی مفروضوں کی بحث میں پڑے بغیر بش کے اپنے الفاظ ہی نائن الیون کی سرکاری کہانی کو رد کرنے کے لیے کافی ہیں۔ بش صدارتی لیموزین کار میں تھا جب پہلا جہاز ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرایا۔ اس نے دو دفعہ بتایا کہ اس نے یہ منظر ٹی وی پر دیکھا۔ ایک بار تو 4 دسمبر 2001ء کو جب اُس سے یہ سوال کیا گیا کہ ''آپ نے کیا محسوس کیا، جب آپ نے دہشت گرد حملوں کا سنا؟'' اس کا جواب تھا: ''میں کلاس روم کے باہر بیٹھا اندر جانے کا ارادہ کر رہا تھا تو میں نے جہاز کو ٹاور سے ٹکراتے دیکھا۔ ظاہر ہے، ٹی وی آن تھا۔ میں نے کہا، یہ ضرور ایک خوفناک حادثہ ہوگا'' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت کوئی لائیو ٹی وی کوریج تھی ہی نہیں کہ اصل واقعہ کو دیکھا جا سکتا۔ بوکر ایلیمنٹری کے پرنسپل کا بھی یہی کہنا ہے کہ نہ تو اس کوریڈور میں کوئی ٹی وی تھا جس سے ہو کر بش اندر داخل ہو، اور نہ ہی اس کلاس روم کے نزدیک کوئی ٹی وی تھا جسے دیکھنے کے لیے وہ آیا تھا۔

حیرانی کی بات یہ ہے (جیسا کہ دو امریکی محققین ایلن ووڈ اور پال تھامسن نے بھی کہا ہے) کہ بش کے مشیروں نے بھی اُس کی اِس بات کی تصحیح نہیں کی یا کم از کم اس کو یہ کہنے سے منع نہیں کیا۔ چنانچہ اس نے چار ہفتے بعد پھر وہی کہانی دہرائی۔ 5 جنوری 2002ء کو بش نے کہا ''ہاں میں فلوریڈا کے ایک سکول میں بیٹھا تھا (میرا چیف آف سٹاف بھی موجود تھا)۔ جب ہم کلاس روم میں جانے لگے تو میں نے وہ جہاز دیکھا جو پہلے بلڈنگ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ظاہر ہے، ٹی وی سیٹ آن تھا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ دو میں سے ایک بات کا امکان ہے۔ یا تو بش اس واقعہ کے متعلق کذب بیانی سے کام لیتا ہے کہ اس نے وقوعہ کو کیسے دیکھا، یا پھر وہاں کلوز ڈ سرکٹ ٹی وی تھا، سکول میں نہیں، بلکہ صدارتی لیموزین کار میں، جس پر اسے پراگرس رپورٹ موصول ہوئی۔ بش کا یہ جھوٹ خود اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ کسی چیز کو چھپاتا ہے، جسے وہ در حقیقت جانتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اگر کوئی انسان کسی چیز کو چھپانا نہیں چاہتا ہے تو پھر اسے جھوٹ کا سہارا لینے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

بش کی ایک ویڈیو کلپ جسے بڑے پیمانے پر پھیلایا گیا ہے، ایک بے سروپا کہانی بیان کرتی ہے۔ وہ بش انتظامیہ کا منہ چڑاتی ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ جو کچھ اس ویڈیو میں ہے بلکہ اس لئے کہ جو کچھ اس ویڈیو میں ہونا چاہیے تھا، وہ اس میں نہیں۔ اس ویڈیو کے مطابق امریکہ پر حملوں پر بُش اور اس کے چیف آف سٹاف انڈریو کارڈ کا ردعمل بڑا دلچسپ تھا۔ بش کے چہرے سے حیرانی کے کوئی آثار ہویدا نہیں ہوئے۔ اور نہیں لگتا تھا کہ اینڈریو کارڈ کسی غیر متوقع واقعہ کی اطلاع دے رہا ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ صدر کو ایک ایسے معاملے کی پراگرس رپورٹ پیش کر رہا ہے، جس کا اسے پہلے سے علم ہو۔ اور کارڈ سمجھتا ہو کہ اس پر بش کا کوئی ردعمل دکھائی نہ دے گا۔

اس وقت دو جہاز ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرا چکے تھے۔ دو مزید ملک پر سے اُڑتے ہوئے نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ بوکر ایلیمنٹری سکول کے گردکئی ایک ہوائی اڈے ہیں، جن میں سے ایک صرف چار میل کی دوری پر واقع ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیکرٹ سروس کو یہ کیسے معلوم تھا کہ یہ ماحول بُش کے ٹھہرنے کے لیے محفوظ ہے اور اُن کے شیڈول کو قوم کے لیے ساڑھے نو بجے نشر بھی کیا گیا؟

امریکی محققین نے گہرائی میں اتر کر 11 ستمبر کو بُش کی باتوں اور کاموں کا تجزیہ کرنے سے نتیجہ نکالا ہے کہ بُش اس واقعہ سے اپنے پیشگی مطلع ہونے کو جھوٹ بول کر چھپا رہا تھا۔ مثلاً ایک ویب سائٹ "What Really Happened" یہ نتیجہ اخذ کرتی ہے کہ نائن الیون کے دن بش کی مصروفیت وغیرہ سے متعلق معلومات کو جھوٹ، غلط اوقات اور تفصیلات دے کر چھپایا اور مشتبہ بنایا گیا ہے۔ ایک سال بعد یعنی 11 ستمبر 2002ء کو ان حملوں کی برسی کے موقع پر جس کی بہت زیادہ تشہیر کی گئی تھی، کہانی کو از سر نو رقم کرنے کی کوشش صاف دکھائی دیتی ہے۔ اس کے باوجود کہ اس کے متعلق سرکاری رپورٹوں میں بہت بڑا تضاد پایا جاتا ہے، حیرت ہے قومی دھارے میں شامل میڈیا میں سے کسی نے بھی ان تضادات کے متعلق ذمہ داروں سے سوال کرنے کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ اور اگر کسی نے اس سلسلے میں وضاحت طلب کی تو اسے ڈانٹ کر اور اس پر اینٹی امریکن کی تہمت لگا کر حالت جنگ میں صدر پر الزام تراشی کا مرتکب قرار دیا گیا ہے یا اس پر سازشی ہونے کا لیبل لگا دیا گیا۔

کسی بھی شخص کے پاس پیشگی معلومات ہونا در حقیقت اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ شخص نائن الیون جیسے خوفناک واقعہ کی منصوبہ بندی میں خود بھی شریک تھا۔ اس نوعیت کے جرم کو وقوع پذیر ہونے دینا اس پر دلیل ہے کہ بعد میں کئے جانے والے اقدامات اور خصوصاً افغانستان پر حملہ اس بڑے کھیل کے ایک حصہ کے طور پر پہلے ہی سے طے کئے گئے تھے۔ یہ بات ہر پہلو سے خلاف عقل لگتی ہے کہ انتظامیہ نے جان بوجھ کر ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹاگون پر حملہ ہونے دیا ہو، یا اس معاملہ میں اپنی طرف سے کوئی سرگرم کردار ادا نہ کیا ہو۔ ہاں اس کا امکان صرف ایک ہی صورت میں ہو سکتا ہے، جب اس حادثہ کو ''جوابی کاروائی'' کے لیے جواز اور بہانہ بنانا مطلوب ہو۔ (جاری ہے)

☆☆☆

بددیانت تاریخ کا اہم موڑ

اوریا مقبول جان

میں جب بھی قدیم تاریخ کی گرد آلود کتابوں میں جھانکتا ہوں تو مجھے ایک ایسا ہندوستان نظر آتا ہے جس میں امن، آشتی، بھائی چارہ، معاشی خوشحالی اور آسودگی کی جھلک نظر آتی ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں نوے فیصد کے قریب لوگ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوں، ملک کے طول و عرض میں مدرسوں، مکتبوں اور اعلیٰ تعلیمی اداروں کا جال بچھا ہوا اور جس کی تصدیق باہر سے آنے والا ہر سیاح کرے۔ کوئی قریہ، قصبہ یا کوچہ ایسا نہ ہو جہاں اُس زمانے کے علم سے مزین طبیب موجود نہ ہوں۔ لارڈ میکالے کا وہ مشہور فقرہ جو ہندوستان کی تاریخ کی کئی صدیوں کا طرۂ امتیاز رہا ہے کہ ''یہاں نہ کوئی بھیک مانگنے والا نظر آتا ہے اور نہ کوئی چور'' حیرت کی بات یہ ہے کہ 1206ء میں قطب الدین ایبک سے لے کر 1857ء کے بہادر شاہ ظفر تک کے تمام عرصہ میں کوئی منظم فوج، چھاؤنیاں، بیرکس نظر نہیں آتیں اور نہ ہی دفاعی اخراجات کا بوجھ کہ خزانے میں رقم باقی نہ رہے۔ پہلی منظم اور یونیفارم والی فوج مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ذاتی شوق کی وجہ سے وجود میں آئی اور پھر اُسی فوج نے جس طرح اُس کی اولاد کو تگنی کا ناچ نچایا۔ اپنے ہی ملک پر بار بار قبضہ کیا اور اپنے ہی خزانے کو لوٹا، وہ تاریخ کا تاریک ترین حصہ ہے۔ لیکن خاندانِ غلاماں سے لے کر مغلیہ سلطنت کے آخری تاجدار تک نہ حکومت کے اخراجات فوج پر اتنے زیادہ تھے اور نہ ہی امن و امان کے لیے پولیس پر۔ صنعت و حرفت کا یہ عالم تھا کہ الیگزنڈر ہملٹن کے بقول ایک درمیانے درجے کے شہر میں پچاس ہزار اعلیٰ درجہ کا کپڑا بننے والے کاریگر کام کرتے تھے۔ اُس نے لکھا کہ صرف ایک تاجر عبدالغفور کا سرمایہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے برابر تھا۔ ہندوستان سے مال سے لدے ہوئے جہاز جب انگلینڈ کی بندرگاہوں پر پہنچتے تو ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہوتی کہ یوں لگتا جیسے کسی ملک کی فوج نے وہاں حملہ کر دیا ہے۔ جہاز بنانے کی صنعت اس قدر ترقی پذیر اور کم لاگت تھی کہ انگریز اپنی عملداری میں صرف ہندوستان ہی میں جہاز بنواتا خواہ جنگی ہوں یا تجارتی۔ دہلی کی مشہور لوہا ڈھالنے والی لاٹ یعنی سٹیل مل پندرہ سو سال پرانی تھی اور 1880ء تک دنیا میں اس سے بڑی سٹیل مل نہ تھی۔ زراعت تو یوں بھی اس ملک کا خاصہ تھی۔ اس ملک سے اس قدر کپڑا، مصالحہ جات اور قیمتی پتھر بیرون ملک جاتے کہ اُس کے مقابلے میں درآمدات کا حجم تیس فیصد سے بھی کم ہوتا اور یورپ سے آنے والا زرمبادلہ اس ملک کے تاجروں، کسانوں اور عام کاریگروں کی جھولیاں بھرتا۔ ایسا بہت کچھ ان قدیم تاریخ اور پرانی دستاویزات کی گرد آلود الماریوں میں آج بھی محفوظ ہے۔

یہ سب حقائق تاریخ میں موجود ہیں، لیکن آج تک کسی نے ان کو مرتب کر کے آئندہ آنے والی نسلوں کو بتانے کی کوشش تک نہیں کی کہ ہماری تباہی کا آغاز کیسے ہوا۔ ہم جو اتنے خواندہ لوگ تھے، وہاں صرف پچیس سال انگریزی نظامِ تعلیم رائج رہا تو 1921ء میں ہماری شرح خواندگی 7.3 فیصد تک گر گئی۔ میں جب بھی اپنے عظیم دانشوروں، نام نہاد تعلیم یافتہ مغرب زدہ افراد، روشن خیال سیاسی رہنماؤں اور مرعوب انسانوں کے سامنے یہ حقائق پیش کرتا ہوں تو وہ اوّل تو میرا مضحکہ اڑاتے ہیں، پھر یقین نہیں کرتے، اور اگر مان بھی لیں تو پھر ان صدیوں میں برصغیر پر حکومت کرنے والوں خصوصاً مسلمان حکمرانوں کا مذاق اُڑانے لگتے ہیں۔ ایسے ایسے قصے کہانیاں انہیں ازبر ہیں جنہیں ایک خاص مقصد کے لیے پھیلایا گیا اور جس کا تاریخ کے صفحات پر کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ انارکلی کا قصہ ان میں سے ایک ہے جس پر آج تک ہزاروں فلمیں، ڈرامے، افسانے اور مضمون تحریر ہوئے، لیکن تاریخ میں اس کا کوئی وجود تک نہیں۔ قصہ گو تاریخ دانوں نے تو ایک مغل شہزادی صاحب جمال کے مقبرے کو اُس کا مقبرہ تک بنا دیا ہے۔ یہ ان ہزاروں قصوں میں سے ایک جسے تاریخ نہیں پہچانتی لیکن ہر شخص کا ازبر ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے اس زریں دورِ حکومت میں ہندوؤں نے بھی جتنی تاریخیں لکھیں ان میں مسلمانوں کی تعریف و توصیف ہی کی، یہاں تک کہ اورنگزیب جسے سب سے زیادہ نفرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اُس کے تمام ہندو مؤرخین اُسے سب سے زیادہ منصف مزاج اور غیر متعصب بادشاہ تحریر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اکبر کے زمانے میں تین ہندو امراء تھے اور اُس کے سپہ سالاروں میں سیواجی کا داماد راجندجی، جے سنگھ اور جسونت سنگھ جیسے راجپوت شامل تھے۔ سلطان ٹیپو کا دیوان پورنیا برہمن، سراج الدولہ کا وزیراعظم موہن لال، آصف الدولہ کا وزیراعظم بھاؤ لال، یہ تاریخ کا وہ دور تھا جس میں نہ تعصب تھا اور نہ نفرت۔ میں کبھی پنڈت دیا شنکر نسیم کی مثنوی گلزارِ نسیم کے آغاز کے شعر پڑھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ اس برصغیر کو تعصب کا تحفہ کب بخشا گیا۔ سوچئے کہ ایک ہندو مثنوی کا آغاز کیسے کر رہا ہے

ہر شاخ ہے شگوفۂ کاری ثمرہ، ملے قلم کا حمد باری
کرتا ہے دو زبان سے تکبیر حمد حق و حرمتِ پیمبر
پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے یعنی مطیع پنج تن ہے

یہ سب افسانہ طرازی، مسلمانوں کے کرداروں کی مضحکہ خیزی، اور ان کے کردار کشی کیسے ہوئی۔ انگریز حکومت میں ایک بیوروکریٹ سر ہنری ایلیٹ کو یہ ذمہ داری سونپی گئی۔ یہ شخص بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہا اور ہندوستان میں اُس کی آخری پوسٹنگ سیکرٹری محکمہ خارجہ تھی۔ اس نے ہندوستان کی تاریخ خود لکھی اور اسے 1849ء میں شائع کروایا اور پھر اس کتاب کے ہر زبان میں ترجمے کروا کر خاص و عام میں اور خصوصاً سکول کے بچوں کو پڑھنے کے لیے دیئے گئے۔ اس کتاب میں ہر مسلمان حکمران کے خلاف زہر اُگلا گیا۔ افسانے اور کہانیاں تراشی گئیں۔ وہ اس زریں دور کی ترقی کے بارے میں تو کچھ نہ لکھ سکا کہ ابھی اُس کے گواہ موجود تھے لیکن ان کے تعصب، تعیش، نااہلی اور اخلاقی انحطاط کی بے سروپا داستانیں اُس میں رقم کر دی گئیں۔ اس کتاب کا دیباچہ پڑھ لیں تو ایلیٹ کا زہر صاف نظر آ جاتا ہے۔

''بڑا افسوس ہندو مصنفین پر آتا ہے جس میں ہمیں توقع ہو سکتی تھی کہ اس سے ہمیں مسلمانوں کے ظلم

کے خلاف جذبات معلوم ہوتے ہیں وہ بھی اپنی
تاریخوں میں محرم کو محرم شریف اور قرآن کو کلام پاک کہتے تھے اور اپنی تحریروں کو بسم اللہ سے شروع کرتے تھے۔"

آگے جا کر ایلیٹ صاحب کا غصہ دیکھئے کہتے ہیں:

"ہندو اگرچہ اب آزاد ہو چکے ہیں اور ہم نے انہیں ظالم مسلمانوں سے نجات دلا دی ہے۔ اب وہ بغیر کسی خوف کے دل کی بات کہہ سکتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو اس طویل زمانہ کی مظلومیت کے بارے میں خیالات اور جذبات کا اظہار کرے یا مسلمانوں کے ظلم کو تحریر کرے۔"

یہ تھا وہ غصہ کہ ایلیٹ صاحب کو ایک مؤرخ بھی ایسا نہ مل سکا جو ان کی طرح جھوٹ کے پلندے پر مشتمل ایک تاریخ مرتب کر سکے۔ اُسے خود یہ کام کرنا پڑتا اور پھر اصل مآخذ اور کتابیں ضائع کر کے اس تاریخ کو پورے برصغیر میں عام کر دیا گیا۔ جب تمام مسلمانوں کے تعلیمی ادارے نیست و نابود کر کے صرف اپنا نظام تعلیم جاری و ساری کیا گیا اور اس دور کے بچوں نے جب اس بددیانت تاریخ کو پڑھا تو یہی تاریخ انہوں نے اپنی نسلوں کو ورثے میں منتقل کر دی۔ اس تاریخ کی کوکھ سے کئی تحریریں نکلیں۔ بڑے بڑے دانشور، ادیب پیدا ہوئے اور آج کے تجزیہ نگار اور کالم کار بھی اسی مآخذ کی جگالی کرتے ہیں۔ اسی لیے جب کسی کو کھو کہ فخر کرو اپنے آباء و اجداد پر جن کے زمانے میں یہ خطہ علمی، ادبی، تجارتی، ثقافتی اور زراعتی سطح پر پوری دنیا سے کئی درجے آگے تھا تو فوراً جواب دینے لگتے ہیں، تم جیسے ماضی پرستوں کی یہی تو خرابی ہے۔ تمہیں اپنے آباء و اجداد نہیں بھولتے۔ لیکن میں کیا کروں دنیا کی کوئی ایک قوم بتا دیں جنہوں نے اپنے آباء و اجداد پر فخر نہ کیا ہو اور ترقی کی ہو۔ کوئی ایک ایسی تہذیب بتا دیں جسے اپنی قوم، وطن اور تہذیب و ثقافت سے محبت نہ رہی اور ان کا وجود حرفِ غلط کی طرح نہ مٹا دیا گیا ہو۔

(بشکریہ روزنامہ "ایکسپریس")

☆☆☆

دعائے مغفرت کی اپیل

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ کی ممانی سڑک کے حادثے میں زخمی ہو کر وفات پا گئیں
قارئین اور رفقاء سے مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

جھنگ میں حلقہ وسطی پنجاب کا سہ ماہی اجلاس

حلقہ وسطی پنجاب کا سہ ماہی اجلاس یکم جنوری 2010ء بروز جمعۃ المبارک قرآن اکیڈمی لالہ زار کالونی نمبر 2 ٹوبہ روڈ جھنگ میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے بھی شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز صبح 11 بجے تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ اس کے بعد حلقہ وسطی پنجاب کے امیر انجینئر مختار حسین فاروقی نے ابتدائی کلمات کہے۔ حسب پروگرام امیر تنظیم اسلامی پاکستان محترم حافظ عاکف سعید مدظلہٗ نے قرآن اکیڈمی جھنگ میں خطاب جمعہ ارشاد فرمایا۔

امیر تنظیم کے خطاب جمعہ کے لیے پورے شہر میں ہینڈ بل تقسیم کیے گئے تھے اور حکمت بالغہ دسمبر 2009ء کے شمارے میں اشتہار بھی شائع ہوا تھا۔ اُن کے خطاب کا عنوان "آج کے حالات میں کرنے کا کام" تھا۔ امیر محترم نے نہایت مؤثر اور دلنشیں پیرائے میں گفتگو کی۔ ایک گھنٹے کے خطاب میں انہوں نے موضوع کے تمام گوشوں کو وضاحت کے ساتھ سامعین کے سامنے رکھا۔ امیر محترم نے فرمایا کہ ہمارا اصل مسئلہ بے یقینی ہے۔ آخرت پر ہمارا یقین نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہم دنیاوی زندگی اور اِس کے مسائل کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں اور کامیابی کے حقیقی تصور ہی کو بھلائے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ اصل کامیابی تو آخرت کی کامیابی ہے۔ ایک سچے مسلمان کے لیے دنیاوی کامیابی ضمنی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج ہم بحیثیت ملت اس لیے ذلت و رسوائی کا شکار ہیں کہ ہم نے دنیا پرستی کا شیوہ اپنا رکھا ہے۔ کل جب امت مسلمہ ایمان کی شاہراہ پر گامزن تھی، دنیا میں اُس کا رعب و دبدبہ تھا۔ چنانچہ وادی سندھ کی ایک مظلوم بیٹی کی پکار پر محمد بن قاسم نے راجہ داہر کی سلطنت کو تہ و بالا کر دیا تھا۔ مگر آج ہماری حالت یہ ہے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کر رہا ہے، مگر ملت اسلامیہ پاکستان امریکہ سے اپنی بے گناہ بیٹی کو چھڑانا تو درکنار احتجاج اُس کی نام نہاد دہشت گردی کی جنگ سے کنارہ کش بھی نہیں ہو رہی۔ انہوں نے کہا کہ نائن الیون کے بعد تو "مسلمان" کا لفظ مجرم ٹھہرا ہے۔ مغربی استعمار نے ہمارا قافیہ حیات تنگ کر دیا اور ہمیں ہر سطح پر ذلیل کر رہا ہے۔ اسلام دشمنوں نے ڈنمارک سے جاری شدہ خاکوں کی عالم گیر اشاعت کی۔ وہ قرآن مجید کے نسخوں کے ساتھ گوانتاناموبے، ابوغریب جیل اور بگرام ایئر بیس پر ناروا سلوک کرتے رہے۔ فرانس میں حجاب اور سوئٹزرلینڈ میں میناروں پر پابندی سے واضح ہے کہ عالم کفر کی جانب سے ہر حوالے سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی جا رہی ہے۔

امیر تنظیم نے ملک کو لاحق خارجی خطرات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ کی F-PAK پالیسی کا اصل ہدف پاکستان ہے۔ امریکی طالبان کی شاندار مزاحمت اور لازوال جذبے کو تو شکست نہ دے سکے اور انہیں منہ کی کھانی پڑی ہے، لیکن ہمارے حکمرانوں نے اُن کے لیے پاکستان کی سرزمین کو نرم چارہ بنا دیا ہے۔ یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ ملک میں بلیک واٹر اور دوسری ایجنسیوں کے کارندے دندناتے پھرتے ہیں اور انہیں روکا نہیں جاتا۔ بلیک واٹر کی پاکستان میں سرگرمیاں قانون سے بالاتر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نائن الیون کے بعد ہمارے فوجی آمر امریکہ کی ایک دھمکی پر سجدہ ریز ہو گئے۔ دوسری جانب طالبان نے بے سروسامانی کے عالم میں امریکہ کے سامنے ڈٹ جانے کا فیصلہ کیا۔ اور اب وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ ہماری پالیسی شرعی، عقلی ہر اعتبار سے غلط تھی جبکہ طالبان کی مزاحمت کا فیصلہ صحیح تھا۔ انہوں نے واضح کیا کہ نائن الیون کا ڈرامہ سی آئی اے اور موساد نے سٹیج کیا تھا۔ اب یہ حقیقت آشکارا ہو چکی ہے کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کا انہدام دھماکہ خیز مواد اور خاص کیمیکل کا کمال تھا، یہ جہاز ٹکرانے سے نہیں گرے۔ نائن الیون کی سازش اس لیے کی گئی تاکہ اسلامی احیاء کی تحریک کا راستہ روکا جا سکے۔ افغانستان پر مسلط کردہ جنگ دہشت گردی کے خلاف نہیں اسلام کے خلاف عالم کفر کا متحدہ معرکہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بش کی نائن الیون کے بعد صلیبی جنگ کے آغاز کی دھمکی سے ایک ماہ قبل ہی وہاں کے رسالے "Philadelphia Trumpet" نے انکشاف کر دیا تھا کہ آخری صلیبی جنگ کی تیاری زور و شور سے ہو رہی ہے۔ اس صلیبی جنگ میں مشرف نے دجالی قوتوں کا ساتھ دیا اور قوم کو یہ لالچ دیا کہ ہمارے اس یوٹرن سے کئی فوائد حاصل ہوں گے مگر ایسا نہیں ہوا۔ آج نہ تو مسئلہ کشمیر حل ہوا اور نہ ہمیں معاشی استحکام نصیب ہو سکا ہے۔ انڈیا کو علاقائی تھانیدار کی حیثیت ہو چکی ہے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ فاسق کو تقویت دینے والے پر خدا غضبناک ہوتا ہے۔ ہم نے طالبان کی اسلامی حکومت کے خلاف کفریہ طاقتوں کا ساتھ دیا۔ جس کی سزا آج ہم بھگت رہے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ہم پھر بھی اپنی پالیسیوں میں تبدیلی لانے کو تیار نہیں۔ پرویزی اقتدار کے خاتمے کے بعد زرداری، گیلانی حکومت بھی جو عوامی ہونے کی دعویدار ہے یہی پالیسی جاری رکھے ہوئے ہے۔ امیر محترم نے کہا کہ مسلمانان پاکستان کو دشمنانِ اسلام کی سازشوں کا توڑ کرنا ہوگا۔ یہ دشمن داخلی اور خارجی دونوں سطح پر موجود ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یورپ میں تمام تر رکاوٹوں کے باوجود اسلام پھیل رہا ہے۔ اسی طرح افغانستان میں طالبان بھی کامیابی کی جانب گامزن ہیں۔ پھر یہ کہ ملک کے اندر وکلاء تحریک کی کامیابی اور اب آزاد عدلیہ کا فیصلہ پاکستان میں تازہ ہوا کے جھونکے ہیں۔

انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کو غالب ہونا ہے۔ میرا اور آپ کا کام یہ ہے کہ اسلام کی سربلندی کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دیں۔ اپنے آپ کو دین فروشوں کی بجائے سرفروشوں میں شامل کر لیں، بالآخر فتح حق ہی کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس زبوں حالی کو غلبہ و کامرانی کے بدلے دے گا، بشرطیکہ ہم ایمان کی متاعِ بے بہا کے حامل ہوں۔ یہ اُس کا وعدہ ہے۔ مجاہدین کا پہلے روسی اور پھر امریکی استعمار کے سامنے ڈٹ جانا اور اسے پسپائی پر مجبور کر دینا اس دور میں ﴿وانتم الاعلون ان کنتم مومنین﴾ کی زندہ تفسیر ہے۔

شہر کے تعلیم یافتہ طبقے کی کثیر تعداد نے امیر تنظیم کا یہ خطاب سنا۔ نماز جمعہ کے بعد تین افراد نے امیر محترم سے ملاقات کر کے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ اس موقع پر ناظم اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی اور برادرم اویس چیمہ کے علاوہ امیر حلقہ وسطی پنجاب انجینئر مختار حسین فاروقی، نائب ناظم اعلیٰ پروفیسر خلیل الرحمٰن اور مقامی تناظیم جھنگ، لیہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ کے امراء، نقباء، رفقاء، اور احباب بھی موجود تھے۔

سہ پہر تین بجے تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفقاء کا امیر محترم سے تعارف کرایا گیا نیز مقامی تناظیم میں ہونے والی تبدیلیوں اور تنظیمی و تربیتی پیش رفت سے امیر محترم کو آگاہ کیا گیا اور حلقہ وسطی پنجاب/مقامی تناظیم کے نئے ذمہ داران کو امیر محترم سے متعارف کروایا گیا۔

حلقہ کا یہ سہ ماہی اجتماع تقریباً ساڑھے چار بجے تک جاری رہا اور دعائے مسنونہ پر اس کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: عمر دراز قریشی)

حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام گلشن اقبال میں دعوتی کیمپ کا انعقاد

کراچی میں حلقہ کی تقسیم کے بعد حلقہ کراچی شمالی کے تحت پہلا دعوتی کیمپ گلشن معمار میں لگایا گیا، جس کی میزبانی نیو کراچی تنظیم نے کی۔ اس دعوتی کیمپ کے لیے نیو کراچی تنظیم نے ایک خصوصی اجتماع 31 جنوری کو منعقد کیا، جس میں لوگوں کو اس دعوتی کیمپ میں شرکت کے لیے ترغیب و تشویق دلائی گئی۔ شہر کراچی کے حالات بالعموم خراب رہتے ہیں، لیکن بڑا شہر ہونے کی وجہ سے زیادہ متاثر نہیں ہوتا۔ 4 فروری کو رات میں تمام کراچی میں دفعہ 144 لگا دی گئی تھی۔ ہم نے گلشن معمار کے تھانہ سے رابطہ کیا تو الحمد للہ وہاں سے پورے تعاون کی یقین دہانی کرائی گئی۔ گلشن معمار کراچی کے کنارے پر ہے۔ بہر حال 5 فروری 2010ء بروز جمعہ نیو کراچی کے رفقاء صبح ہی سے دعوتی کیمپ کے لیے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اس پروگرام کے ناظم طارق پیرزادہ تھے۔ تقریباً 12 بجے نیو کراچی تنظیم کے 55 رفقاء کیمپ میں جمع ہو گئے تھے، اور دعوتی کیمپ کا آغاز ہو گیا۔ سب سے پہلے گلشن معمار کی 20 مساجد میں جمعہ کی نماز کے بعد ہینڈ بل تقسیم کیے گئے۔ اس کے بعد رفقاء کے کھانے کا انتظام کیا گیا۔ ساڑھے تین بجے دعوتی کیمپ کا باقاعدہ آغاز کیا گیا۔ حلقہ کراچی شمالی کے ناظم دعوت عامر خان نے گشت کے آداب و فضیلت بیان کی اور 10 افراد کی 10 ٹیمیں مختلف علاقوں میں روانہ کیں۔ عصر کی نماز کے بعد تمام مساجد کے باہر کارنر میٹنگز کی گئیں، جن میں لوگوں کو درس قرآن میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ اس کے بعد گھر گھر جا کر درس قرآن کی دعوت کے ساتھ ساتھ لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ اسی دن کراچی میں دو بم دھماکے ہوئے جس سے شہر میں خوف و ہراس پھیل گیا لیکن اس کے باوجود بعد نماز مغرب درس قرآن میں دو سو افراد نے شرکت کی، جس میں 25 خواتین بھی شامل تھیں۔ محترم شجاع الدین شیخ بھائی نے ''کلمہ طیبہ کا مفہوم اور اس کے تقاضے'' پر گفتگو کی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ آج 6 ارب لوگوں میں ایک ارب 60 کروڑ لوگ اس کلمہ کے ماننے والے ہیں، مگر افسوس کہ اس کے تقاضے ادا کرنے والے بہت کم ہیں۔ انہوں نے کلمہ طیبہ کے پہلے جز کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کو الٰہ ماننے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اُس کی پوری زندگی میں بندگی کی جائے۔ دوسرے جز کی تشریح میں انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ آخری رسول ہیں اور آپ ﷺ کی رسالت قیامت تک کے لیے ہے۔ اب پیغام اس رسالت کو نوعِ انسانی تک پہنچانے کی ذمہ داری اس امت پر ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ ایمان بالرسالت کا بھی تقاضا ہے کہ وہ نظام قائم کر کے دکھا دیا جائے، تاکہ اُسے اختیار کرنے کے معاملے میں لوگوں کے سامنے کوئی رکاوٹ نہ ہو اور نوعِ انسانی دین اسلام کی پوری برکات دیکھ سکے۔ انہوں نے کہا کہ تنظیم اسلامی اِسی نظام کو قائم کرنا چاہتی ہے۔ آپ اس مشن میں تنظیم اسلامی کا ساتھ دیں۔

پروگرام کے اختتام پر امیر حلقہ شمالی کراچی سید اظہر ریاض نے نیو کراچی تنظیم اور خصوصاً اسرہ گلشن معمار کے رفقاء کی محنت کو سراہا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں چاہیے کہ اسرہ کے اجتماع میں پابند رہیں اور جو احباب ہمیں اس پروگرام میں ملے ہیں، انہیں حلقہ قرآنی میں جوڑیں۔ آخر میں انہوں نے ایک مرتبہ پھر تمام رفقاء اور گلشن معمار کے نقیب محمد طارق اور عمیر کا اجتماع کے انعقاد کے لیے محنت کرنے پر شکریہ ادا کیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں اس کام میں اخلاص عطا فرمائے اور اپنے دین کے لیے قبول فرمالے۔ آمین (رپورٹ: نوید مزمل)

تنظیم اسلامی ملتان شہر کے اسرہ لودھی کالونی کا دعوتی اجتماع

5 فروری 2010ء کی سہ پہر 3 بجے تنظیم اسلامی ملتان شہر، اُسرہ لودھی کالونی کا دعوتی اجتماع راقم کے گھر پر منعقد ہوا۔ قبل ازیں اجتماع میں شرکت کے لیے راقم نے اپنے اعزہ و اقارب اور دوست احباب کو بذریعہ خطوط دعوت دی، جس کی ایس ایم ایس کے ذریعے یاد دہانی بھی کرائی جاتی رہی۔ اجتماع کا آغاز 3 بجے ہوا۔ حلقہ پنجاب جنوبی کے امیر ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے ''ملت اسلامیہ پاکستان کی موجودہ صورتحال اور ہماری دینی ذمہ داریاں'' کے عنوان پر فکر انگیز خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ سوات اور وزیرستان میں فوج اور عوام ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ اسی طرح ہماری عاقبت نااندیشانہ پالیسیوں کا نتیجہ ہے کہ صوبہ بلوچستان میں پاکستان کے خلاف شدید نفرت پائی جاتی ہے۔ انہوں نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ بیرونی طاقتیں پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے سازشیں کر رہی ہیں اور ہمارے حکمران اُن کی سازشوں کا توڑ کرنے کی بجائے اُن کے شیطانی ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے اُن کے فرنٹ لائن اتحادی کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ ہماری اِنہی پالیسی کے نتیجے میں آج ملک بدامنی اور انتشار کی لپیٹ میں ہے۔ انہوں نے واضح کیا مسائل کا حل یہ ہے کہ پاکستان میں شریعت کا نظام قائم کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں نفاذ اسلام کے لیے دینی جماعتوں کے پلیٹ فارم سے مختلف انداز سے کوششیں ہو رہی ہیں۔ مگر یہ کام اس طریق پر ہوگا جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ اُنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے طریق انقلاب کی بھی وضاحت کی، اور اس حوالے سے ہماری ذمہ داریاں بیان کیں۔ آخر میں انہوں نے تنظیم اسلامی کا مختصر تعارف کرایا اور حاضرین کو دعوت دی کہ وہ غلبۂ دین کے مشن میں تنظیم اسلامی کے دست و بازو بن کر اپنی ذمہ داریاں ادا کریں۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی اور شرکاء میں ''تنظیم اسلامی ایک نظر میں'' اور ''فرائض دینی کا جامع تصور'' نامی کتابچے تقسیم کیے گئے۔ اس کے علاوہ شرکاء کو قرآن پاک (مترجم) کے نسخے اور بیان القرآن کی سی ڈی بھی فراہم کی گئیں۔ نمازِ عصر کے بعد کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ جس کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں 27 احباب اور 15 رفقاء شریک ہوئے۔

(رپورٹ: محمد عبداللہ قادری)

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی ساہیوال کے منفرد اسرہ کے نقیب محمد حادث پر فالج کا حملہ ہوا ہے
قارئین اور رفقاء و احباب سے ان کی جلد صحت یابی کے لیے دعا کی اپیل ہے۔

pipeline that would cross the Himalayas above Kashmir. This is the so-called "Pipelinestan" issue. This would give China a guaranteed land-based oil supply not subject to Anglo-American naval superiority, while also cutting out the 12,000-mile tanker route around the southern rim of Asia. Beijing has been pressuring Tehran for China's participation in the pipeline project and Islamabad, while willing to sign a bilateral agreement with Iran, has also welcomed China's participation. China and Pakistan are already working on a proposal for laying a trans-Himalayan pipeline to carry Middle Eastern crude oil to western China. Pakistan provides China the shortest possible route to import oil from the Gulf countries. The pipeline, which would run from the southern Pakistan port of Gwadar and follow the Karakoram highway, would be partly financed by Beijing. Imports using the pipeline would allow Beijing to reduce the portion of its oil shipped through the narrow and unsafe Strait of Malacca, which at present carries up to 80% of its oil imports. Islamabad also plans to extend a railway track to China to connect it to Gwadar. The port is also considered the likely terminus of proposed multibillion-dollar gas pipelines reaching from the South Pars fields in Iran or from Qatar, and from the Daulatabad fields in Turkmenistan for export to world markets.

تنظیم اسلامی کی دعوت پر مبنی درج ذیل رنگین سٹکرز دستیاب ہیں

ہمارا عزم
اللہ کے کلمہ کو سربلند کرنا ہے
تنظیم اسلامی

ہمارا جہاد
اپنے سرکش نفس، باطل نظریات، منکرات اور طاغوتی نظام کے خلاف ہے

الہدیٰ یعنی قرآن حکیم ہے
تنظیم اسلامی

ہمارا نصب العین
اللہ کی رضا اور اُخروی نجات ہے
تنظیم اسلامی

ہمارا لائحہ عمل
سیرت مطہرہ اور محمدیؐ طریقہ انقلاب سے ماخوذ ہے
تنظیم اسلامی

ہماری تنظیم
بیعت کی مسنون بنیاد پر قائم ہے
تنظیم اسلامی

KHILAFAH IN PAKISTAN
WWW.TANZEEM.ORG

THE WAY TO SALVATION
WWW.TANZEEM.ORG

www.tanzeem.org

www.tanzeem.org

قیمت اردو سٹیکر 1 روپیہ | قیمت انگلش سٹیکر (Transparent / Reversed) 5 روپے

تنظیم اسلامی

مرکزی دفتر: A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ فون: (042)36316638-36366638-36293939 فیکس: (042)36271241 markaz@tanzeem.org www.tanzeem.org

تیمرگرہ: 0945-601337 پشاور: 091-2262902 اسلام آباد: 051-4434438 مظفر آباد: 0992-504869 گوجر خان: 051-3516574 گوجرانوالہ: 055-3015519
لاہور: 042-35845090 عارف والا: 0457-830884 فیصل آباد: 041-2624290 سرگودھا: 0300-9603577 جھنگ: 047-7628361 ملتان: 061-8149212
ہارون آباد: 063-2251104 سکھر: 071-5631074 حیدر آباد: 0222-2929434 لیٹین آباد کراچی: 021-36311223 سوسائٹی کراچی: 021-34306040 کوئٹہ: 081-2842969

رفقاء و احباب یہ سٹیکرز اپنے مقامی مراکز یا براہِ راست مرکز گڑھی شاہو سے حاصل کرسکتے ہیں۔

THE FINAL SHOWDOWN

OBAMA DECLARES WAR ON PAKISTAN

Webster Griffin Tarpley is an author, journalist, lecturer, and critic of US foreign and domestic policy. Tarpley maintains that the September 11 attacks were engineered by a rogue network of the military industrial complex and intelligence agencies. His writings and speeches describe a model of false flag terror operations by a rogue network in the military/intelligence sector working with moles in the private sector and in corporate media, and locates such contemporary false flag operations in a historical context stretching back in the English speaking world to at least the "gunpowder plot" in England in 1605.

Obama's West Point speech of December 1, 2009 represents far more than the obvious brutal escalation in Afghanistan --- it is nothing less than a declaration of all-out war by the United States against Pakistan. This is a brand-new war, a much wider war now targeting Pakistan, a country of 160 million people armed with nuclear weapons. In the process, Afghanistan is scheduled to be broken up. This is no longer the Bush-Cheney Afghan war. This is something immensely bigger: the attempt to destroy the Pakistani central government in Islamabad and to sink that country into a chaos of civil war, Balkanization, subdivision and general mayhem. The chosen strategy is to massively export the Afghan civil war into Pakistan and beyond, fracturing Pakistan along ethnic lines. It is an oblique war using fourth-generation or guerrilla warfare techniques to assail a country that the United States and its associates in aggression are far too weak to attack directly. In this war, the Taliban are employed as US proxies. This aggression against Pakistan is Obama's attempt to wage the Great Game against the hub of Central Asia and Eurasia.

US DETERRED FROM OPEN WAR

The ongoing civil war in Afghanistan is merely a pretext, a cover story designed to provide the United States with a springboard for a geopolitical destabilization campaign in the entire region that cannot be publicly avowed. In the blunt cynical world of imperialist aggression à la Bush and Cheney, a pretext might have been manufactured to attack Pakistan directly. But Pakistan is far too large and the United States is far too weak and too bankrupt for such an undertaking. In addition, Pakistan is a nuclear power, possessing atomic bombs and medium range missiles needed to deliver them. What we are seeing is a novel case of nuclear deterrence in action. The US cannot send an invasion fleet or set up airbases nearby because Pakistani nuclear weapons might destroy them. To this extent, the efforts of Zulfiqar Ali Bhutto and A.Q. Khan to provide Pakistan a deterrent capability have been vindicated. But the US answer is to find ways to attack Pakistan below the nuclear threshold, and even below the conventional threshold. This is where the tactic of exporting the Afghan civil war to Pakistan comes in.

The vulnerability of Pakistan, which the US and its NATO associates are seeking to exploit, can best be understood using a map of the prevalent ethnic groups of Afghanistan and Pakistan.

PASHTUNISTAN

The US and NATO strategy begins with the Pashtuns, the ethnic group from which the so-called Taliban are largely drawn. The Pashtuns represent a substantial portion of the population of Afghanistan. The US strategy can best be understood as a deliberate effort at persecuting, harassing, antagonizing, strafing, repressing, and murdering the Pashtuns. The additional 40,000 US and NATO forces, which Obama demands for Afghanistan, will concentrate in Helmand province and other areas where the Pashtuns are in the majority. The net effect will be to increase the rebellion of the fiercely independent Pashtuns against Kabul and the foreign occupation, and at the same time to push many of these newly radicalized mujaheddin fighters across the border into Pakistan, where they can wage war against the central government in Islamabad. US aid will flow directly to warlords and drug lords, increasing the centrifugal tendencies.

On the Pakistani side of the Pashtun territory, US operations include wholesale assassinations from unmanned aerial vehicles or drones, murders by CIA

and reportedly Blackwater snipers, plus blind terrorist massacres. These actions are intolerable and humiliating for a proud sovereign state. Every time the Pashtuns are clobbered, they blame Islamabad for the dirty deals with the US that allow this to happen. The most immediate goal of Obama's Afghan-Pakistan escalation is therefore to promote a general secessionist uprising of the entire Pashtun people under Taliban auspices, which would already have the effect of destroying the national unity of both Kabul and Islamabad.

BALUCHISTAN

The other ethnic group, which the Obama strategy seeks to goad into insurrection and secession, is the Baluchis. An integral part of the new Obama policy is to expand the deadly flights of the CIA Predators and other assassination drones into Baluchistan. One pretext for this is the report that Osama bin Laden and his MI-6 sidekick Zawahiri are both holed up in the Baluchi city of Quetta, where they operate as the kingpins of the so-called "Quetta Shura." Blackwater teams cannot be far behind. In Iranian Baluchistan, the CIA is funding the murderous Jundullah organization. The rebellion of Baluchistan would smash the national unity of both Pakistan and Iran, thus helping to destroy two of the leading targets of US policy.

OBAMA'S RUBE GOLDBERG STRATEGY

The US strategy, as announced at West Point, very much resembles a Rube Goldberg contraption. (In the real world, "Al-Qaeda" is of course the CIA's own Arab and terrorist legion.) In the world of official US myth, the enemy is supposed to be "Al-Qaeda." But, even according to the US government, there are precious few "Al-Qaeda" fighters left in Afghanistan. Why then concentrate US forces in Afghanistan where "Al-Qaeda" is not, rather than in Pakistan where "Al-Qaeda" is now alleged to be?

DID OBAMA DECLARE WAR?

Obama's speech did everything possible to blur the distinction between Afghanistan and Pakistan, which are after all two sovereign states and both members of the United Nations in their own right. Speaking to a hall full of cadets at the US Military Academy of West Point, President Barack Obama almost seemed like he might be declaring war on Pakistan. Every time he mentioned Afghanistan, Pakistan preceded mention. He said, "the stakes are even higher within a nuclear-armed Pakistan, because we know that al-Qaeda and other extremists seek nuclear weapons, and we have every reason to believe that they would use them." This is shocking because a succession of American officials recently confirmed that the Pakistani arsenal is secure.

In the summer of 2007, Obama, coached by Zbigniew Brzezinski and other controllers, was the originator of the unilateral US policy of using Predator drones for political assassinations inside Pakistan. This assassination policy is now being massively escalated along with the troop strength. The White House has authorized an expansion of the C.I.A.'s drone program in Pakistan's lawless tribal areas to parallel the president's decision to send 30,000 more troops to Afghanistan. American officials are talking with Pakistan about the possibility of striking in Baluchistan for the first time --- a controversial move since it is outside the tribal areas --- because that is where Afghan Taliban leaders are believed to hide. The US is now training more Predator operators than combat pilots.

GREATER BALUCHISTAN

The role of US intelligence in fomenting the Baluchistan rebellion is also confirmed by Professor Chossudovsky. "Already in 2005, a report by the US National Intelligence Council and the CIA forecast a "Yugoslav-like fate" for Pakistan in a decade with the country raven by civil war, bloodshed and inter-provincial rivalries, as seen recently in Baluchistan." According to the NIC-CIA, Pakistan is slated to become a "failed state" by 2015, "as it would be affected by civil war, complete Talibanization and struggle for control of its nuclear weapons". Washington favors the creation of a "Greater Baluchistan" which would integrate the Baluch areas of Pakistan with those of Iran and possibly the Southern tip of Afghanistan, thereby leading to a process of political fracturing in both Iran and Pakistan. The Iranians, for their part, are adamant that the US is committing acts of war on their territory in Baluchistan.

CUTTING THE ENERGY CORRIDOR

Why would the United States be so obsessed with the breakup of Pakistan? One reason is that Pakistan is traditionally a strategic ally and economic partner of China, a country that the British and US are determined to oppose and contain on the world stage. Specifically, Pakistan could function as an energy corridor linking the oil fields of Iran and possibly even Iraq with the Chinese market by means of a